پروفیسر محمد مظفر مرزا

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ

کتاب	:	نظریۂ پاکستان
مصنف	:	پروفیسر محمد مظفر مرزا
ناشر	:	نظریۂ پاکستان ٹرسٹ
طابع	:	نظریۂ پاکستان پرنٹرز
مہتمم اشاعت	:	رفاقت ریاض
ڈیزائنر	:	محمد شہزاد یٰسین
کمپوزر	:	نوید انور
اشاعت دوم	:	جون 2009ء
تعداد اشاعت	:	1000
قیمت	:	65 روپے

Published by
Nazaria-i-Pakistan Trust
Aiwan-i-Karkunan-i-Tehreek-i-Pakistan,
Madar-i-Millat Park, 100-Shahrah-i-Quaid-i-Azam, Lahore.
Ph. 99201213-99201214 Fax. 99202930 E-mail: trust@nazariapak.info
Web: www.nazariapak.info

Printed at: Nazaria-i-Pakistan Printers,
10-Multan Road, Lahore. Ph: 37466975

ابتدائی کلمات

نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کی غرض و غایت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے مقاصد اوراس کیلئے دی جانے والی قربانیوں کو اُجاگر کیا جائے' نظریۂ پاکستان کی ترویج و اشاعت کی جائے اور اہلِ وطن بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کی نظریاتی اساس اور عظیم تاریخی وتہذیبی ورثے سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔ان مقاصد کے حصول کیلئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ نے وطن عزیز کی نئی نسل کواپنی سرگرمیوں کا محورومرکز بنایا ہے کیونکہ ہماری نسلِ نو ہی ہمارے ملک و قوم کا مستقبل ہے اوران کے فکروعمل کو علامہ محمد اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے افکار و کردار کے سانچے میں ڈھال کر ہی ہم اپنے مستقبل کو زیادہ روشن اور محفوظ بنا سکتے ہیں۔اس کے لئے نظریۂ پاکستان ٹرسٹ ایک ہمہ جہت پروگرام پر عمل پیرا ہے جس میں مطبوعات کی اشاعت کا سلسلہ اہم ترین حیثیت کا حامل ہے۔ان مطبوعات کے ذریعے ہم نئی نسل کو نظریۂ پاکستان، تحریکِ پاکستان اور مشاہیر تحریک پاکستان کے افکار وتصورات کے بارے میں نہایت سادہ زبان میں آگہی فراہم کرر ہے ہیں اوران میں اپنے ملک وقوم کے حوالے سے احساسِ تفاخر پیدا کر رہے ہیں تا کہ وہ مستقبل میں اپنی قومی ذمہ داریوں سے زیادہ احسن انداز میں عہدہ برآ ہوسکیں۔

قائداعظمؒ کی بے لوث اور عہد ساز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے جان ومال اور عزت وآبرو کی بیش بہا قربانیاں پیش کر کے اگرچہ پاکستان تو

حاصل کر لیا مگر ہم اسے قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کے مطابق اسلامی نظریۂ حیات کا قابلِ تقلید نمونہ نہیں بنا سکے۔ بانیٔ پاکستان کے وصال کے بعد قوم کے نام نہاد قائدین نے ان کے نظریات سے انحراف کو اپنا وطیرہ بنا کر اس ملک کو فوجی و سول آمریتوں کی آماجگاہ بنا دیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کے تصورِ پاکستان اور قائداعظمؒ کی جدوجہد کے باعث اگرچہ ہمیں انگریزوں اور ہندوؤں کے تسلط اور غلبے سے نجات حاصل ہوگئی مگر آج ہم ایک دوسری طرح کی غلامی کے شکنجے میں جکڑے گئے ہیں جس سے نجات کے حصول کے لئے ہمیں ازسرِنو قائداعظمؒ اور علامہ محمد اقبالؒ کے افکار کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ صرف اسی طرح ہم وطنِ عزیز کو ایک جدید اسلامی، فلاحی اور جمہوری مملکت بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے۔

قائداعظمؒ کی زیرِ قیادت تحریکِ پاکستان میں طلباء و طالبات نے ہر محاذ پر مسلم لیگ کے ہراول دستے کا کردار ادا کیا تھا اور ان کی شب و روز جدوجہد کے طفیل برصغیر کا ہر گوشہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ'' کے روح پرور نعروں سے منور ہوگیا تھا۔ بابائے قوم نے بارہا ان کی خدمات کو سراہا تھا اور ان پر اظہارِ فخر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''یہی ہیں وہ مردانِ عمل جو آئندہ ہماری قوم کی تمناؤں کا بوجھ اٹھائیں گے۔'' مجھے قوی اُمید ہے کہ زیرِ نظر تصنیف کا مطالعہ ہماری نئی نسل میں اس عقابی روح کو بیدار کر دے گا جو تحریکِ پاکستان کا طرّۂ امتیاز تھی اور وہ نظریۂ پاکستان کی مبلّغ بن کر پاکستان کو علاقائی، لسانی اور فرقہ وارانہ تعصّبات سے رہائی دلا کر وطنِ عزیز کی کشتی ساحلِ مُراد تک پہنچائے گی۔

مجید نظامی

(مجید نظامی)
چیئرمین

انتساب

یہ ناچیز کاوش

مردِ حریت و ایمان' سیاست و قیادت کے

نقشِ تابندہ' امانت و دیانت کے پیکر

حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ

کے اسم گرامی سے منسوب کرنے کا اعزاز

حاصل ہو رہا ہے

فہرست مضامین

عرضِ مصنف

پاکستان نعمتِ خدائے ذوالجلال والاکرام ہے' قرآن الحکیم اور پاکستان جن لمحات میں آغاز پذیر ہوئے وہی حکمِ الٰہیہ تھا............ لہٰذا مجھے یہ بات کہنے میں باک محسوس نہیں ہوتا کہ خدائے وحدہٗ لاشریک اگر قرآن الحکیم کے ضامن اور نگہدار ہیں تو پاکستان کے بھی محافظ ہیں اور جس بھی شے کے ضامن اور محافظ خدا تعالیٰ ہوں' اس کو دنیا کی کوئی شے زک نہیں پہنچا سکتی.....لہٰذا پاکستانی قوم اپنے قومی فرائض سے غافل نہ رہے۔

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان' ایک مخصوص نظریئے کی بنیاد پر معرضِ وجود میں آیا تھا اور وہ نظریہ تھا' نظریہ پاکستان--برصغیر میں دو قومی نظریئے کی کوکھ سے ابھرنے والا یہ نظریہ دراصل اپنے تمام معانی' مصادر اور منابع کے نقطۂ نظر سے نظریہ قرآن اور نظریہ اسلام ہے۔ کیونکہ تحریکِ پاکستان کے مراحل کے دوران اسلامیانِ ہند نے جو نظریاتی نعرہ بلند کیا تھا وہ تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔

پاکستان عالیشان کا وجود با سعود' ایک مردِ قلندر رمزِ حریت اور مردِ ایمان اور مردِ امتحان' حضرت قائداعظمؒ کی محنت شاقہ کی بدولت ممکن ہوا۔ حضرت علامہ اقبالؒ کی روحانی اور ایمانی اور الہامی شعری کاوشوں نے اپنا رنگ دکھایا اور انہوں نے برصغیر کی غلامی میں پھنسی ہوئی مسلمان قوم کو احساسِ تفاخر اور خودی کی بیداری کا پیغام دے کر انہیں آزادی کے اوجِ ثریا تک پہنچانے کیلئے اپنا خونِ جگر عطا کیا۔

پاکستان اپنے وجود کے 60 سال پورے کر چکا ہے' اور انشاء اللہ بقول حضرت قائداعظمؒ قیامت تک زندہ و پائندہ رہے گا' اور یہی ایمان و ایقان ہر پاکستانی مسلمان کا بھی ہے' لیکن حضرت قائداعظمؒ کی وفات حسرت آیات نے اپنے پیچھے بہت سے گھمبیر مسائل چھوڑ دیئے' جن سے ابھی تک پاکستان پوری طرح نبرد آزما ہے۔ پاکستان عصرِ حاضر میں جن جن خوفناک اور اندوہناک سیاسی اور قومی منجدھار سے ہمکنار ہے ان سے نبرد آزما ہونے کیلئے ہمیں قرآن اور

اسلام کی امداد کی ضرورت ہے۔ حضرت قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے نظریات و تصورات کو مکمل طور پر جزو جان بنانا ہوگا..... ورنہ وقت کسی کا انتظار نہیں کیا کرتا۔

انہی اہم ترین مقاصد کے حصول کیلئے نظریۂ پاکستان کو دوبارہ اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، اکثر و بیشتر دانشورانِ کرام نظریۂ پاکستان کی تفہیم میں ڈنڈی مار جاتے ہیں جو کسی طرح بھی قومی تعمیر و ترقی اور عروج کا باعث نہیں بنتا۔

لہٰذا عصر حاضر کا تقاضا ہے کہ وہ بنیادی نظریات جو تخلیق پاکستان میں کارفرما تھے انہیں جلد از جلد بروئے کار لایا جائے اور پاکستان کی نسل نو میں احساس تفاخر اور قومی استقلال و استقامت کی ضمانت دی جا سکے، اسی شدید ضرورت کے پیش نظر یہ کتابچہ 'نظریۂ پاکستان' میں نے اپنی تمام تر علمی اور تحقیقی کاوشوں کو بروئے کار لا کر تحریر کیا ہے۔

یہ کتابچہ شاید میرے لئے تحریر کرنا انتہائی ناممکن ہوتا اگر پاسبان نظریۂ پاکستان، سالار قافلۂ صحافت جناب مجید نظامی صاحب چیئرمین نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کی نظرِ کرم اور باسعادت قیادت کا حصول نہ ہوتا۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر رفیق احمد صاحب سیکرٹری نظریۂ پاکستان فاؤنڈیشن کا بھی تہہ دل سے ممنون احسان ہوں جن کی ہر لحہ علمی، تحقیقی اور انتظامی رہنمائی حاصل نہ رہی ہوتی۔ خدا تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان قابلِ صد احترام شخصیات کا سایہ ہمیشہ قائم رہے (آمین)۔ اتنا بھی ممسک نہیں کہ اپنے رفیقِ کار جناب رفاقت ریاض صاحب، ڈپٹی سیکرٹری انتظامیہ کے پرخلوص اور ہر لحہ مستعد اور بلند پایہ نظم و نسق کو خراجِ تحسین نہ پیش کروں جن کی کاوشوں سے یہ کتابچہ شائع ہو رہا ہے۔ میرے محترم دوست جناب شاہد رشید صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس اہم موضوع پر تحریر کروانے کے لیے خدائی فوجدار کا کردار ادا کیا۔ آخر میں شہزاد صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتابچے کو حقیقت کا روپ دینے کیلئے کمپوز کریا اور ہر لحہ نگرانی کی۔

اس کتابچے میں بے شمار علمی اور تحقیقی خامیاں ہوں گی۔ کوئی تخلیق بھی حرفِ آخر نہیں ہوا کرتی، مجھے اپنے قارئین کی تجاویز کا انتظار رہے گا۔

پروفیسر محمد مظفر مرزا

نظریۂ پاکستان کیا ہے؟

ایک طویل عرصے سے قومی اور علمی سطح پر دانشورانِ کرام اور جملہ دیگر مفکرین اور محققرین حضرات اس جھمیلے میں مبتلا ہیں کہ نظریۂ پاکستان ہے کیا؟ اس کے اصل مفاہیم و مطالب کیا ہیں تحریک پاکستان کے تاریخی قومی اور سیاسی احوال کی روشنی میں نظریۂ پاکستان کس طرح معرض وجود میں آیا' اس کے اصل مصادر اور منابع کیا ہیں۔ ہم نے چند بڑے بڑے زعمائے کرام اساتذہ کرام اور علمائے صد احترام سے یہ کہتے سنا ہے کہ نظریۂ پاکستان کی تفہیم و تفسیر سمجھ میں نہیں آرہی۔ قومی اور غیر قومی اخبارات' رسائل' جرائد اور میگزینوں میں نظریۂ پاکستان کے باب میں تشکیک اور غلط فہمیاں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ پھر مستزاد یہ کہ بعض اچھے خاصے صاحبانِ علم و دانش نے نظریۂ پاکستان کے مطالب اور مفاہیم کو گڈ مڈ کر کے رکھ دیا۔ بلکہ حضرت قائد اعظم، علامہ اقبال تحریک پاکستان' تخلیقِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کے خلاف اپنے بغض' عناد' کد اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جس کا باعث ہے کہ بالخصوص نظریۂ پاکستان کے بنیادی' ازلی' مطلق اور اصولی تقاضوں کو کاری ضرب لگتی رہی اور ہنوز یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان ناپسندیدہ نظریات و تصورات کا ظاہر ہے کہ نسل نو پر انتہائی زہریلے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ وہ نسلِ نو جس نے نہ تو پاکستان بنتے دیکھا نہ ہی ہندو قوم کے ساتھ پالا پڑا' جنھیں ان کے بزرگوں نے بھی اپنی جملہ زندگی کی مصروفیات سے وقت نکال کر انھیں قیامِ پاکستان کے اسباب و علل سے آگاہ نہیں کیا۔ تعلیمی اداروں میں جو علم باہم پہنچایا جاتا ہے' چند ایک قومی اداروں کے علاوہ یا چند ایک شخصیات کے علاوہ خالص

پاکستانیت کے جذبات و احساسات کا علم باہم نہیں پہنچایا گیا۔ عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں جتنے علوم، خواہ وہ سائنسی ہوں معاشرتی ہوں یا اقتصادی ہوں، جو مقصد یا جو موضوع یا علم مفقود ہے وہ ہے تخلیقِ پاکستان اور نظریۂ پاکستان کا علم، وقت گزاری کے لیے یا کارروائی کیلئے میٹرک، ایف۔اے اور بی۔اے میں مطالعۂ پاکستان کو لازمی مضمون کے طور پر منظور تو کیا گیا، لیکن اس کا جو حشر ہمارے تعلیمی اداروں میں ہوا یا ہو رہا ہے، وہ یوں ہے کہ مطالعۂ پاکستان کو کوئی اہمیت نہ دی گئی، اساتذہ کرام کی اس ضمن میں تربیت کی گئی اور نہ ہی مطالعۂ پاکستان کو ایک مخصوص جذبے، لگن اور عقیدت سے پڑھایا گیا چنانچہ تخلیقِ پاکستان کے بنیادی عناصر ہنوز تشنۂ تکمیل ہیں، اور یہ قومی اور ملکی سطح پر ابھی تک لمحۂ فکریہ ہے۔

علم و عقل میں اگر تضاد اور تصادم رہے گا، تو ظاہر ہے کہ اس بنی نوع انسان میں انتشار اور تخریب کا باعث بنے گا، اور بالآخر قومی زوال کا پیش خیمہ۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان افراد کو یہ اعزاز عطا فرمایا، جنھیں دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا شرف نصیب ہوا، وہ افراد دنیائے انسانیت کے خوش قسمت ترین انسان ہیں جنھیں حضور اکرم ﷺ کے ایک اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ دینِ اسلام نے مسلمانوں کے قلوب و ارواح میں جس فلسفۂ توحید کو موجزن اور مرتسم کیا ہے، اس سے ان میں فکری وحدت، تہذیبی ہم آہنگی، دینی حرارت اور انسانی سطح پر احساسِ تفاخر کی تخلیق ہوئی۔ جب تک قلوب و اذہان میں تصورِ توحید جلوہ گر نہ ہو انسان کی شخصیت میں وحدت پیدا نہیں ہو سکتی، ظاہر ہے کہ مسلمان ایک باری تعالیٰ جو وحدہ لاشریک ہے اس پر پختہ ایمان و ایقان رکھے گا، تو جب ہی اپنے اندر بھی وحدت پیدا کرے گا۔ اس تمام فلسفۂ حیات کا منبع، ماخذ، روح، اساس، سرچشمہ اور بنیاد قرآن الحکیم ہے۔

یہ مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ ملّتِ اسلامیہ کی زندگی کے تمام ضابطے، مصادر اور

منابع، قرآن الحکیم سے تزئین وتخلیق پاتے ہیں لہٰذا اس فلسفے سے قطعاً مفر ممکن نہیں ہے کہ برصغیر میں دوقومی نظریے کی ترقی وترویج اور تشکیل قرآن الحکیم ہی کی روشنی میں تخلیق پذیر ہوئی۔ اس نظریے کو قرآن کی تعلیمات اور احکام کے پیشِ نظر حضرت شاہ ولی اللہؒ سید احمد شہیدؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت داتا گنج بخشؒ اور دوسرے اولیائے کرام اور مجتہدینِ تاہلِ صد احترام نے اسی نظریے کو اپنے خونِ جگر سے سینچا اور روحانی کمالات سے اس عظیم عمارت کی بنیادوں کو استحکام سے ہمکنار بھی فرمایا۔ انہی بابرکت اور روحانی شخصیات کی تعلیمات مقدسہ نے حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت قائد اعظمؒ کے افکار ملیہ اور قومی نظریات دینی، اسلامی اور قومی امنگوں کا رنگ بھر دیا تھا۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے اسلامیانِ ہند کو پیغامِ خودی دیا۔ انھیں انتشار و نکبت سے جگایا اور ایک قوم کی شکل میں متشکل کر دیا۔ حضرت قائد اعظمؒ نے اسلامیان ہند کو جس ولولہ انگیز اور پُر صداقت وجرأت قیادت سے ہمکنار کیا اور انھیں آزادی وخودمختاری کے لیے جس انداز کے ساتھ تیار کیا' یہ قائد اعظمؒ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت قائد اعظمؒ اسلامیانِ ہند کو اپنی تقاریر' خطابات اور علمی اور قانونی نظریات وارشادات کی روشنی میں' انگریزوں اور ہندوؤں کی استعمار پسندانہ اور تشدد آمیز رویّوں سے آگاہ کرتے رہے اور انھیں اپنی اسلامی اقدار وروایات اور تاریخ کی روشنی میں تیار رہنے کی ہدایت کرتے رہے۔ حضرت قائد اعظمؒ نے اسلامیانِ ہند کے قلوب واذہان میں آزادی کی جولانگائی وہ الاؤ بن کر سامنے آئی اور پاکستان دنیائے انسانیت کے نقشے پر بڑی شان وشوکت کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔

نظریۂ پاکستان کی حقیقت کیا ہے اور اس کی ازلی' ابدی اور بنیادی صورت کیا ہے۔ اس نظریے کا آغاز کو ہندوستان میں ہوا۔ لیکن یہ نظریہ ابتدائے آفرینش سے اپنی تمام

تر جلوہ آرائیوں سے موجود رہا۔ خدا تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے حوالے سے اپنے فرشتوں کو حکم دیا کہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (میں زمین پر اپنا متبرّز کرنا بنانا چاہتا ہوں) فرشتوں نے گزارش کی کہ اے پروردگار انسان تو زمین میں خون خرابہ کرے گا' فساد برپا کرے گا' ہم ہر لحہ آپ کی تسبیح و تعریف میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **اِنی اعلم مالا تعلمون** (میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے) خدا تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تخلیق فرمایا اور فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا۔

فرشتوں کے سردار نے کہا میں سجدہ نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میں آگ سے تخلیق ہوا ہوں اور آدم مٹی سے۔ اسے خدا تعالیٰ نے حکم عدولی کی پاداش میں راندۂ درگاہ قرار دیا اور اسے اجازت بھی دی کہ قیامت تک اپنی تمام تر شیطنیت کا مظاہرہ کرتے رہو گے لیکن میرے نیک و صالح بندے تمہارے دام میں نہیں آئیں گے چنانچہ تخلیق کائنات اور حضرت آدم علیہ السلام کے ورود باسعود سے ہی دو گروہ دو معاشرے اور دو جماعتیں تخلیق پذیر ہو گئیں۔ ایک حکم کی تعمیل کرنے والی اور دوسری حکم کی تعمیل نہ کرنے والی۔ چنانچہ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری و ساری کر دیا گیا۔ حکم کی تعمیل کرنے والی امت بھی پہلے ایک ہی ملّتِ واحدہ تھی' لیکن اس میں بھی بعد میں اختلافات نے جنم لینا شروع کر دیا تھا لیکن انبیائے کرام نے خدا تعالیٰ کے احکام کی روشنی میں نسلِ انسانی کو راہِ راست پر لانے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام رسانی کا فریضہ بھی ادا کیا اور خود بھی مجسّم احکام کی صورت میں ایک مثال رہے۔

بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی نسلِ انسانی میں تقسیم ہو جائے خواہ وہ امتیاز و تفریق خون کی بنا پر ہو یا زبان کی اساس پر ہو یہ تفریق باطل ہو گی۔ حقائق پر مبنی تفریق اور تقسیم' فکر و تدبر

اور امتیازِ فکر ونظر ایک ازلی' ابدی اور مطلق نظریے پر قائم ہوگا اور یہی نظریہ جسے انگریزی میں آئیڈیالوجی کہتے ہیں معرض وجود میں آیا۔ چنانچہ زندگی کا ہر لمحہ ہر نظریہ اور ہر تصور' اقدار و ضوابطِ احکام خداوندی کے اصولوں کے مطابق استوار قرار پایا۔ قرآن حکیم نے استفسار فرمایا:

خدا تعالیٰ نے تم سب کو تخلیق فرمایا' پھر تم میں سے ایک گروہ نے بلند و بالا اور عالمگیر انسانیت سے انکار کر دیا' اور دوسرے گروہ نے اسے تسلیم کر لیا۔ (64/2)

یہی وہ انسانیت کی تفریق اور امتیاز کا معیار ہے جو قرآن حکیم انسانوں کے لیے پیش کرتا ہے۔ اسی کے مطابق دو اقوام واضح ہوتی ہیں ایک مسلم اور دوسری غیر مسلم۔ ایک مومن اور دوسری کافر' یہی وہ فلسفہ فکر ونظر تھا کہ حضرت نوحؑ اپنے بیٹے سے الگ ہو گئے اور حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ سے علیحدہ ہو گئے۔ کیونکہ دونوں کی حقیقی کیفیت میں نظریۂ حیات مبنی بر وحی سے ہم رنگ اور ہم آہنگ نہ تھا چنانچہ قرآن کے حوالے سے حضرت ابراہیمؑ کو کہنا پڑا۔

وَبَدا بَيْنَنَا وَ بينكُمُ العداوة وَالبغضاء ابداً۔ ○

(یعنی تم میں اور ہم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھلی عداوت اور نفرت رہے گی۔)

چنانچہ قرآن کے اسی حوالے سے ہی حضرت علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

در معنی ایں کہ نظام ملت غیر از آئینِ صورت
نہ بندد و آئینِ ملت محمد ﷺ قرآن است

(اسرار خودی)

(ترجمہ: ملت کا نظام آئین کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا اور ملتِ محمدیہ ﷺ کا آئین قرآن

پاک ہے)

درحقیقت یہی تفریق اور تقسیم یہی ایمانی اور روحانی بُعد تاریخِ انسانیت کے مختلف اوقات اور ادوار میں آگے بڑھتی ہوئی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ یہاں تک کہ وحی اور نبوت کی تکمیل ہوگئی۔ چنانچہ حضور پُرنور رسالتمآب ﷺ کے دستِ مبارک سے ایسی قوم تشکیل پذیر ہوئی جس نے قرآنِ حکیم اور احکامِ خداوندی کو پوری کائنات کے ہر نظریۂ حیات اور تصورِ اقدار اور تصورِ کائنات میں سمودیا۔ یہی وہ قوم تھی جسے ملّتِ اسلامیہ امتِ محمدیہؐ یا جماعتِ مومنین کے نام سے پکارا گیا۔ لہٰذا ملّتِ اسلامیہ کے لیے اصول اور ضوابط بھی واضح کردیے گئے۔ قرآنی اور اسلامی نظامِ حکومت اور قوانینِ الٰہیہ کی وضاحت فرمادی گئی۔ ارشادِ ربانی ہے۔

وَمَنْ لَمْ يحكم بِمَا أنزل الله فَاولئك هُمَ الكافرون○

(ترجمہ: جولوگ خدا کی کتاب کے مطابق حکومت قائم نہیں کرتے وہی کافر ہیں)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

قرآن نے کئی مقامات پر استفسارات فرمائے ہیں مثلاً یہ فرمایا گیا کہ

اَفَلَا يتفكّرون، اَفَلَا يتدبّرون، اَفَلَا يتعلمون○

(کیا تم غوروفکر نہیں کرتے، کیا تم تدبر نہیں کرتے، کیا تم جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔)

یہی جاننا اور نہ جاننا، یہی فکر وتدبر اور یہی فکر ونظر قرآن میں ایک ایسے نظریے اور تفکر وفلسفہ کی تخلیق کرتا ہے جو ملّتِ اسلامیہ کی ذہنی، علمی، فکری، نفسیاتی، قومی، سماجی، معاشرتی، معاشی، سیاسی، دینی اور بین الاقوامی حیثیت کو مکمل طور پر جداگانہ حیثیت میں ممیز کرتا ہے۔ یہی قرآنی

نظریہ اور فلسفۂ حیات ہے یہی ملّتِ اسلامیہ کی قرآنی تعلیم وتربیت ہے' یہی کیفیت دینی اور ملی اساس کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔قرآن حکیم نے مزید فرمایا:

قل بيننا لكم الآيات ان كنتم تعقلون○

(ترجمہ: ہم نے تمھیں واضح طور پر ان امور و معاملات سے آگاہ کردیا ہے' اگر تم عقل وفکر سے کام لو گے (یعنی زندگی کے صحیح راستے پر گامزن رہو گے)

چنانچہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ اسلامی ریاست وحکومت میں کسی کافر کو کبھی مشورے یا حکومت میں شامل نہ کیا گیا۔حضور پاک ﷺ کی مجلس شوریٰ میں کبھی کوئی غیر مسلم نہ تھا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجلس شوریٰ اور پارلیمان میں کوئی غیر مسلم کا دخل نہ تھا' بلکہ کافر یا غیر مسلم ملّتِ اسلامیہ کا فرد ہی نہیں تھا لہٰذا اسلام اور قرآن کے نزول کے ساتھ ہی بنی نوع انسان دو مختلف نظریات اور دو حتمی مختلف طبقات میں تقسیم ہو گئے۔ ایک نظریہ ایمان لانے والوں کا دوسرا نظریہ ایمان نہ لانے والوں کا۔ چنانچہ اولادِ آدم دو کیمپوں میں تقسیم ہو گئی شرارِ بولہبی ایک جانب اور چراغِ مصطفوی ﷺ دوسری جانب' اس نظریے نے خون اور حسب ونسب کی نفی بھی کردی۔ برادری' قبیلے اور ذات پات کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ اس کی بہترین مثال جنگِ بدر اور جنگِ احد ہے جس میں نبی آخر الزماں حضور اکرم ﷺ اور دوسرے صحابۂ کرام کے قریبی رشتہ دار دشمن کی صف میں تھے اور ایمان لانے والے غیر رشتہ دار حضور اکرم ﷺ کی صف میں براجمان تھے' چنانچہ قرآن نے کافروں اور منافقین کے ضمن میں ملّتِ اسلامیہ کو بڑی سختی سے متنبہ کیا ہے۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدرر كم اكبر○

(ترجمہ: ان کی بغض' عداوت اور دشمنی کی بعض باتیں تو ان کے منہ پر آجاتی ہیں لیکن جو کچھ ان

کے دلوں میں چھپا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے)

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویﷺ سے شرار بولہبی

قرآن کے مندرجہ بالا احکام کی روشنی میں اگر ہم برصغیر کی تاریخ کو جانچنے، سمجھنے اور تجزیہ کرنے کی کوشش کریں تو یہ فلسفہ عیاں ہوگا کہ وہ قوم جسے ہندو کا نام دیا جاتا ہے جس کا دعویٰ تھا اور ہے کہ وہ برصغیر میں پانچ ہزار سال سے آباد چلی آرہی ہے' لہٰذا برصغیر اس کا مستقل وطن ہے' باقی اقوام خواہ کوئی بھی ہوں' وہ آدی باسی' ملیچھ' راکھشس' چنڈال' پلید اور قابل نفرت ہیں' مسلمانوں کی بدقسمتی سمجھئے کہ انھیں ہندوستان میں ایک ایسی بد خود غلط قوم کے ساتھ واسطہ پڑا جس کا کوئی حتمی مذہب ہے نہ ضابطۂ حیات' اصولی طریقۂ زندگی ہے نہ کوئی انسانی اقدار و معیار۔ مسلمانوں نے برصغیر کے کسی نہ کسی حصے اور خطے میں تقریباً 12 سو سال حکومت کی۔ اس وقت تک مسلمانوں کے علاوہ تمام اقوام بالخصوص ہندو' بہترین چاکر ثابت ہوئے' جیسے ہی مسلمانوں کی حکومت کا زوال و انحطاط شروع ہوا۔ ہندو نے کل پرزے دکھانے شروع کر دیے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندو بطور نوکر چاکر یا ملازم بڑا فرماں بردار ہوتا ہے' بطور حاکم یا برسر اقتدار انتہائی ظالم اور بے درد ہوتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے نظریۂ پاکستان کا آغاز' تشکیل اور ترویج برصغیر میں اس وقت ہوئی جب مسلمانوں کو انتشار و افتراق اور زوال و انحطاط کا سامنا کرنا پڑا اور ہندوؤں کی اصل فطرت کے شاہکاروں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے مظالم کا اور ان کی گھناؤنی سازشوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بالخصوص 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد کی داستان بڑی دلدوز داستان

ہے جسے غربی اور شرقی مفکرین و مصنفین نے خوب خوب بیان کیا ہے یہ اپنے طور پر ایک طویل داستان ہے۔مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب India Wins Freedom ولیم ہنٹر کی کتاب Indian Mussalmans عبدالوحید خان کی کتاب ''تقسیم ہند'' اور ان کی دوسری کتاب ''مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ'' کالنز اور لاپیئر کی کتاب 'Freedom at Midnight 'اور پروفیسر محمد منور مرزا کی کتاب Dimensions of Pakistan Movement اور ''دیوار برہمن'' کا مطالعہ کر لیں۔ ان شنکروں' دیالوں' کوپالوں' مہاجنوں' ساہنیوں' ڈھوتی پرشادوں' چٹیا گھنٹالوں' واجپائیوں' ایڈوانیوں' ملکانیوں' مشراؤں' بال ٹھاکروں' من موہنوں اور بڑے بڑے مہاپرشوں نے اسلام' پاکستان' نظریہ پاکستان' دوقومی نظریہ اور مسلمان دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

مولانا حالیؔ نے بھارت کو ''اکال الامم'' کہا ہے یعنی ''وہ کالی دیوی جو ان تمام قوموں کو نگل لے گئی جو قبل از تاریخ سے لے کر مسلمانوں کی آمد تک باہر سے آئی تھیں' جب وہ قومیں ہندوستان میں تھیں تو ان کا جداگانہ تشخص' جداگانہ مذہب' جداگانہ تہذیب و تمدن تھا' لیکن اس کے بعد دیکھیے کہ ان کے جداگانہ وجود کا نشان تک مٹ گیا گویا وہ کبھی دنیا میں موجود نہ تھیں' وہ سب ہندو بن گئیں۔ لیکن ان سب میں مسلمان سخت ہڈی کے نکلے۔ یہ ہندوؤں کی تمام چالوں کے باوجود ان میں جذب نہ ہوئے اور ان کی یہی سخت جانی تھی جو ہندو کے لیے خار پہلو بنی رہی تھی۔ مسٹر گاندھی اور ان کے چیلوں کی مسلمانوں کے غم میں یہ تمام دردناک آہیں اور جگر فگار نالے اس کانٹے کا نتیجہ تھے پہلے انھیں یہ غم ستا رہا تھا کہ یہ الگ قوم کی حیثیت سے زندہ کیوں ہیں اور اب یہ صدمہ مار رہا تھا کہ یہ شکار ہاتھ سے نکل رہا ہے چنانچہ ان کے بڑے بڑے مہاپرش اپنی جاتی کے سپوتوں سے للکار للکار کر کہہ رہے تھے کہ دیکھنا یہ کہیں جانے نہ پائیں''۔

سردار پٹیل نے مارچ 1942ء میں احمد آباد میں ایک تقریر کے دوران کہا "جو لوگ جداگانہ قومیت کے متمنی ہیں ان میں سے 90 فیصد وہ ہیں جو اس ملک کی مٹی کی پیداوار ہیں اس لیے اگر یہ لوگ پھر اپنی اصل میں جذب نہیں کیے جا سکے تو ان لوگوں کا قصور ہے جن سے نکل کر یہ لوگ الگ ہوئے تھے۔"[1]

(طلوع اسلام 1942)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن الحکیم نے کس طرح استفسار فرمایا ہے اور ساری صورتحال کس طرح واضح ہوگئی ہے۔

وَبَدا بَیْنَنَا وَ بینکُمُ العداوۃ وَالبغضاء ابداً۔ ○

(ترجمہ: تم میں اور ہم میں ہمیشہ واضح اور کھلی عداوت رہے گی)

سیواجی نے راجہ سنگھ کے نام خط لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ روح فرسا بیان داغا ہے "مری تلوار مسلمانوں کے خون کی پیاسی ہے افسوس صد افسوس کہ یہ تلوار مجھے ایک موقع کے لیے میان سے نکالنی پڑی اسے مسلمانوں کے سر پر بجلی بن کر گرنا چاہیے تھا جن کا نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ہی انھیں انصاف کرنا آتا ہے مری بادل جیسی گرجنے والی فوجیں مسلمانوں پر تلواروں کا وہ مینہ برسائیں گی کہ دکن کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سارے مسلمان اس سیلاب خون میں بہہ جائیں گے اور ایک مسلمان انسان بھی باقی نہ رہے گا۔"[2]

(ویر کیشری سیواجی مصنف: نند کمار شرما)

سیواجی اپنے مذموم ارادوں میں ناکام رہ کر دنیا سے چل بسے تو اسی برہمن سمرتھ رامداس نے اس کے بیٹے سنبھاجی کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ اس نے کہا "آپس میں محبت

سے رہو لیکن مسلمان دشمنوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے راستے سے ہٹا دو' لوگوں کے دل میں ان ملیچھوں کا مقابلہ کرنے کا خیال پیدا کرو"۔[3]

(تاریخ مہاراشٹر بھائی پرمانند)

سنبھاجی کے بعد اس کا بیٹا سادھو برسر اقتدار آیا تو انھیں ایک اور برہمن بالاجی باجی راؤ نے مسلمانوں کے خلاف مشتعل کیا اور کہا کہ ان ملیچھوں کے لیے (مذہبی) فریضہ ہے کہ کاٹو درخت کو تنے سے تو شاخیں خود بخود گر جائیں گی۔ مری بات مانو گے تو میں اٹک کی دیواروں پر مرہٹوں کا جھنڈا نصب کر دوں گا"۔[4]

(تاریخ مہاراشٹر' از بھائی پرمانند)

یہی وہ تعصب تھا جو 16 دسمبر 1971 کو اپنی مخصوص گھناؤنی شکل میں رونما ہوا۔ ہمارے سابق مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے غدار سیاستدانوں نے ہماری تاریخِ اسلام کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ جو ایمانی اور ایقانی روح سے محروم تھے۔ جو قرآنی جرأت و استقامت سے سرمایہ دار نہ تھے۔ ہمارے جسم کا ایک بازو کٹ گیا چنانچہ اندرا گاندھی نے زورِ خطابت کے نشے میں یہ کہا "آج ہم نے دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے' ہم نے ایک ہزار سال کا بدلہ لے لیا ہے۔" لیکن ہم اندرا گاندھی اور ان کے مخلص چیلوں' چانٹوں اور حواریوں اور ان کے حاشیہ برداروں کو اسی وقت سے باور کرا رہے ہیں اور کراتے رہیں گے کہ جب تک ایک مسلمان بچہ بھی برصغیر پاک و ہند میں زندہ ہے اسلام اور کفر کی جنگ جاری رہے گی' اسلام کا جھنڈا موجود رہے گا' اس جذبۂ محرکہ کو جس تصور' خیال' اصول' ضابطے یا نقطۂ نظر نے تخلیق کیا اسے نظریۂ پاکستان کا نام دیا گیا۔ جسے انگریزی میں Ideology of Pakistan کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قائداعظمؒ نے 1944ء میں مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ) میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا "آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبہ کا جذبۂ محرکہ کیا تھا؟

مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہِ جواز کیا تھی۔ تقسیمِ ہند کے مطالبے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال' یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے'' اور یہی دراصل مطالبۂ نظریۂ پاکستان کی ترجمانی کرتا ہے۔

قرآن الحکیم کا فیصلہ کتنا حتمی اور مطلق فلسفہ پر قائم ہے فرمایا گیا ''ان میں بغض و عداوت اور دشمنی کی بعض باتیں تو ان کے منہ پر آ جاتی ہیں لیکن جو اُن (کافروں) کے دلوں میں چھپا رہتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔'' درحقیقت برصغیر کی تقسیم ہندو جاتی کے نزدیک ایک پاپ (گناہ) کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فلسفہ ان کے دھرم کا حصہ ہے' چنانچہ 27 اکتوبر 1929ء میں اخبار ''ملاپ'' سکھر کے جلسے میں مہاشہ پرتاپ سنگھ کی تقریر کا حوالہ دے کر لکھتا ہے۔ ''گائے ماتا کے گلے پر چھری پھیرنے والوں کے لیے تمہارے دل میں رحم کا کوئی جذبہ نہیں ہونا چاہیے۔ بھیشم کے سپوتو! ارجن کے دلاورو! اگر تم ایک گائے کی خاطر کراچی سے ملتہ تک تمام مسلمانوں کو ختم کر دو تو بھی تھوڑا ہے''

تحریکِ سنگھٹن کے سرگرم اور انتہاپسند رہنما لالہ ہردیال نے اپنی کتاب ''میرے وچار'' میں لکھا ہے۔ ''افغانستان کوئی جدا ملک نہیں یہ ہندوستان کا ایک حصہ ہے افغانستان میں ہماری مورتیاں اور مندروں کے کھنڈرات آج تک پائے جاتے ہیں۔ جب تک افغان اور سرحدی قبائل کے مسلمان بھی ہندو قوم میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔ اس وقت تک ہمارے ملک کی حفاظت کا پورا پورا انتظام نہیں ہو سکتا۔ تاریخِ ہند سے ظاہر ہے کہ ان پہاڑوں اور ان علاقوں سے ہم کو بہت دکھ پہنچ سکتے ہیں مگر ان دکھوں کا اندیشہ صرف اس وقت تک ہے جب یہ بہادر لوگ اسلام کے پیروکار اور مسلمان ہیں۔ اگر ہم ان کو ہندو بنا لیں گے تو یہ خطرہ جاتا رہے گا۔''

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہندو نے صرف تقسیمِ ہند ہی کو ایک گہرا زخم نہیں سمجھا بلکہ وہ افغانستان کو بھی اپنا حصہ تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا افغانستان کے مسلمانوں کو یہ تاریخ پڑھائی جانی چاہیے کہ ہندو صرف پاکستان کے خطے کو ہی نظرِ بد اور بدنیتی سے نہیں دیکھتا' بلکہ اُس

کے استعماریت پسندانہ نظریات اورتوسیع پسندانہ خطرناک منصوبوں میں شامل ہے۔ وجہ کیا ہے یا کیا رہی ہے وہ صرف اسلام سے نفرت' تعصب اور دشمنی تھی جو ہنوز جاری وساری ہے اور میں یہ اسلامیان پاکستان کی بدقسمتی سمجھتا ہوں کہ جب تک پاکستان زندہ ہے جسے انشا اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ رہنا ہے یہ دشمنی یہ تعصب اور یہ حربے جاری رہیں گے۔ البتہ حضور اکرم ﷺ کی دعا سے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب تک بھارت کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔ جسے بعید از امکان نہیں سمجھا جاتا اس وقت تک ہندو کی دشمنی اور تعصب سے جان نہیں چھوٹے گی۔

مسئلہ یہ ہے کہ تکلیف صرف اسلام سے ہے کیونکہ کسی بھی غیر مسلم کے اسلام قبول کر لینے کے بعد جس طرح اس کے زمین وآسمان بدل جاتے ہیں وہ عجیب کیفیت ہے' اس کے خیالات وتصورات اس کے جذبات واحساسات اور انسانیت کے جملہ تمام اطوار یکدم وحدہٗ لاشریک کی ذاتِ اقدس سے جڑ جاتے ہیں اور پھر اس کا رخ ممبئی' کلکتہ' اجودھیا' دہلی اور بجبور سے مکہ اور مدینہ کی طرف ہو جاتا ہے اس روحانی اور دینی تبدیلی کی مسٹر گاندھی کو بھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ ان سے پہلے ہوگزرے مہاپرشوں کو بھی سمجھ نہیں آئی تھی' ان کے مہا گروؤں کو بھی سمجھ نہیں آئی تھی' اور نہ ہی آسکتی تھی اور نہ ہی اب یہ کیفیت کارفرما ہے مسٹر گاندھی عجیب مکارانہ وفریب کاری کے انداز گفتگو میں کہا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک سیدھا سادھا سا ہندو' جب مسلمان ہو جاتا ہے تو دنگئی' فسادی اور لڑاکا ہو جاتا ہے۔ دنگئی تو وہ ہو جائے گا جب اسے اپنے نظریے کی پاسبانی کرنا پڑے گی۔ دنگئی تو وہ ہو جائے گا' جب ناموس رسالت ﷺ پر خدانخواستہ حرف آئے گا۔ دنگئی تو لازمی ہوگا کہ جب وحدہٗ لاشریک کی شان میں کوئی غیر قوم کا فرد گستاخی کا مرتکب ہوگا۔ قرآن پاک پر رکیک حملوں کا جواب تو پھر وہ اپنی جان پر کھیل کر دے گا اور شہادت کے مقامِ اولیٰ کو مسکراتے ہوئے حاصل کرنا اپنا دینی اور اسلامی فریضہ سمجھے گا۔ یہی وہ جذبہٗ اسلام ہے' یہی

وہ روحانی انقلاب ہے یہی قرآنی برکت ہے اور یہی دوقومی نظریے کی بنیاد ہے۔ یہی دوقومی نظریہ اپنی روحانی معنویت اور اسلامی قومی نظریات وتصورات کی شکل میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نظریہ پاکستان کی شکل میں نمودار ہوا اور حضرت علامہ اقبالؒ کو فرمانا پڑا:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

یہی نظریہ پاکستان نظریہ اسلام ہے اور یہی نظریہ قرآنی احکام کی شکل میں متشکل ہوا چنانچہ دوقومی نظریے کی صداقت کے روحانی تصور ہی کو نظریہ پاکستان کا نام دیا گیا۔ لہٰذا پاکستان دنیائے انسانیت کی تاریخ میں پہلا ملک ہے جو کسی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آیا ہے۔ یہ پروپیگنڈا ایک عرصے سے جاری ہے اور شدومد سے جاری ہے کہ نظریہ پاکستان تحریک پاکستان کے مراحل کے دوران کبھی استعمال نہیں ہوا حالانکہ حضرت قائداعظمؒ نے بذات خود 1941-42ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسوں میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کے الفاظ کئی بار دھرائے۔ اس حوالے سے رسالہ ''چراغ راہ'' کا ''نظریہ پاکستان نمبر'' اس جہت میں ایک کارآمد کاوش کا نام ہے جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کی کتاب "Ideology of Pakistan" جو 1959ء میں شائع ہوئی نظریہ پاکستان کے حوالے سے ایک وقیع کوشش کا نام ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کی کتاب "Ideological Foundations of Pakistan" بھی اس حوالے سے ایک انتہائی معتبر اہمیت کی حامل ہے جس میں حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ کے قومی نظریات وتصورات روشنی میں بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ نظریہ پاکستان کسی فرد، کسی گروہ، کسی سیاسی جماعت، کسی مفاداتی طبقے کی تخلیق نہیں، اس کا تعلق تحریک پاکستان کے اساسی اور بنیادی مقاصد کے بنیادی اور اساسی فلسفوں سے ہے جو تحریک پاکستان کے

مراحل کے دوران ہر لحہ جلوہ گر رہے ہیں اور یہی باعث ہے کہ مخالفینِ نظریۂ پاکستان، پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ اور پاکستان کو ملیا میٹ کرنے کی گھناؤنی اور انتہائی غلیظ کارروائیوں میں مصروف رہے ہیں اور ابھی تک وہ برسرِ پیکار ہیں۔

نظریۂ پاکستان دراصل وجۂ مطالبۂ پاکستان تھا، ایسا مطالبہ جو کفرستانِ ہند میں اذانِ اسلام کی تجدید کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ اذان نہ اس وقت ہندو کو قبول تھی اور نہ آج تک قبول ہے۔ بلکہ عصرِ حاضر کے جدید سیاسی، قومی اور بین الاقوامی تقاضوں کی روشنی میں بالکل ہی قبول نہیں، یہ ایک الگ دلدوز موضوع ہے جس پر بہت کچھ تحریر کیا جانا چاہیے اور ممکن ہو سکے تو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے علمی، ادبی اور قومی اداروں کو بھی اپنے علمی، قومی اور نظریاتی فرائض انجام دینے چاہئیں اور قوم کے افراد کو ان کے قلوب و ارواح اور جذبات و احساسات کو دردآشنائی سے ہمکنار کرنا چاہیے۔ یہی نظریۂ پاکستان 'لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ' کی انقلاب افزا اور ولولہ انگیز ترجمانی، امنگ ترنگ اور صدا اٹھی، جواب بھی ہے، رہے گی اور قیامت تک رہے گی۔ مایوسی اور شکستگی مسلمان کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت ہی نہیں کی لہٰذا یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ نظریۂ پاکستان، دراصل دینِ متین کے حق میں حلف برداری کے دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہاں ایک حوالہ مزید کارآمد نظر آتا ہے جب اکھنڈ بھارت کانفرنس لدھیانہ میں منعقد ہوئی جس کی صدارت مسٹر منشی نے کی، انہوں نے خطبۂ صدارت میں جس زہر افشانی کا مظاہرہ کیا ہے، وہ یوں ہے انھوں نے کہا: "تمہیں اس کا علم ہے کہ نظریۂ پاکستان کا مفہوم کیا ہے؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے لیے مساکن بنائیں گے، جہاں زندگی اور طرزِ حکومت قرآنی اصولوں کے سانچے میں ڈھل سکے۔ اور جہاں اردو ان کی قومی زبان بن سکے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ پاکستان مسلمانوں کا ایسا خطۂ ارض ہوگا جس میں اسلامی

حکومت ہوگی۔ ہندو قوم خواہ کتنی ہی بزدل اور غیر منظم کیوں نہ ہو وہ کبھی اسے برداشت نہیں کر سکتی، کہ مسلمان اس قسم کی حکومت قائم کر لیں اس حکومت میں ہندو قوم کے افراد شمشیر و سناں کا نشانہ بنائے جائیں گے۔ ان کی عورتوں کی عصمت دری اور ان کے مقدس مقامات کی بے حرمتی ہوگی''[5]

(مقصد پاکستان، مصنف ظہیر الاسلام فاروقی صفحہ نمبر 5-124)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہندو کے نظریے، عقیدے اور ہندوانہ نفسیاتی الجھن میں نظریۂ پاکستان کا مفہوم کیا ہے۔ جو صرف پاکستان کے مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے لئے بھی لمحۂ فکریہ ہے اسی لیے حضرت قائد اعظمؒ بار بار اپنی تقاریر اور خطابات میں یہ بات اور تنبیہہ دہراتے تھے کہ مسلمان اپنی درخشندہ تاریخ کی روشنی میں اپنی تیاری جاری رکھیں اس کی وجہ یہ تھی کہ قائد اعظمؒ ہنود و یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی، تعصب اور پروپیگنڈے کو خوب خوب سمجھتے تھے اور اس کا علاج اور تریاق بھی تجویز فرمایا کرتے تھے۔

اسلام بطور مذہب ایک ابدی، مطلق، ازلی اور حتمی پیغامِ خداوندی کی حیثیت رکھتا ہے، لہٰذا غیر اقوام کے لیے اس کو ہضم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے جس طرح پہلے بیان کردہ احوال سے صاف ظاہر ہے۔ اسی طرح بقول مغربی مفکر مسٹر سمتھ ''اسلام مسلمانوں کے لیے ایک مجرد نظریہ نہیں، بلکہ ایک ایسا نظریہ ہے جو عمل پر اثر انداز ہوتا ہے۔''

برصغیر پاک و ہند میں نظریۂ پاکستان اور تحریک پاکستان ایک ہی صورتِ کاملہ کا نام ہے لہٰذا تحریک پاکستان برصغیر کے ان حالات و واقعات کا نام ہے جو پاکستان کی نظریاتی اہمیت کے قیام میں مددگار ثابت ہوئی۔ نظریۂ پاکستان ایک خاص فکری نظام، ضابطۂ حیات اور لائحۂ عمل کا نام ہے جس کے لیے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں پیش کیں اور ایک آزاد وطن حاصل کیا، دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر پاکستان کے افراد میں ایسے جلیل القدر

انسان پیدا کریں جو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی نظریۂ پاکستان اور حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ کے فرمودات کی روشنی میں تعمیر وتشکیل اور ترقی واستحکام کا فریضہ انجام دے سکیں۔ آمین

مولانا جلال الدین رومیؒ نے کیا خوب فرمایا:

زیں ہمرہان ست عناصر دلم گرفت

شیر خدا و رستم دستانم آرزو ست

(ترجمہ: ان نکمّے ساتھیوں سے بیزار ہو چکا ہوں، میں ایسے لوگوں کی تلاش میں ہوں جو شیر خدا ہوں اور رستم کی سی (روحانی اور بدنی قوت رکھتے ہوں)

پاکستان کے قائدین اور حضرت قائداعظمؒ کے سیاسی جانشین، جن کے ذمے قومی استحکام وسالمیت کے فرائض تھے۔ وہ قیامِ پاکستان کے بعد نظریۂ پاکستان کے حوالے سے بے بہرہ، علمی لحاظ سے عاجز۔ جذبۂ پاکستانیت سے بالکل عاری اور استحکام پاکستان کے حوالے سے فارغ، قیامِ پاکستان کے بنیادی مصادر اور سرچشموں سے قطعی نابلد اسے انتہائی قومی بدنصیبی ہی کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت قائداعظمؒ کے رحلت فرما جانے کے بعد جب تمام ملّتِ اسلامیہ پاکستانیہ یتیم ہوگئی تو مشکوک الایمان گر دولت کے پجاریوں کا حکومت اور ریاست پر قبضہ ہوگیا، پھر کیا تھا، 1973ء تک کوئی متفقہ دستور بھی نہ بن سکا، وہ سیاسی کھینچا تانی ہوئی کہ الامان، الحفیظ۔

جب ذہنوں میں فتور، ذہن کجی کا شکار اور خیالات ژولیدہ اور فکر پراگندہ ہو تو اس کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی ممکن نہیں ہوتا۔ ہم نے بحیثیت قوم، حضرت علامہ اقبالؒ کے اس فرمان کی بھی کوئی قدر وقیمت نہ سمجھی۔

آزادی کا ہر لحظہ پیامِ ابدیّت

محکوم کا ہر لحظہ نئی مرگِ مفاجات

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت

فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

ابنِ مسکویہ لکھتے ہیں: ''جب گھوڑا اپنا گھوڑا پن کھو بیٹھتا ہے اور اس کی طرف سے وہ افعال بروئے کار نہیں آتے جو اس کے بہترین احوال میں بروئے کار آنے چاہئیں تو وہ اپنا گھوڑا پن کھو بیٹھتا ہے اور پھر اس پر پالان ڈال کر اسے اسی طرح استعمال کیا جانے لگتا ہے جس طرح گدھوں کو یہی حال شمشیر اور دیگر آلات کا ہے کہ جب وہ اپنے افعال خاصہ کی بجا آوری میں کوتاہ اور کم عیار ثابت ہو تو اپنے مرتبے سے گر جاتی ہے اور کمتر مرتبے کی چیزوں کی طرح برتی جانے لگتی ہے۔''[6] (تہذیب الاخلاق، دار مکتبہ الحیاۃ، بیروت صفحہ نمبر 16)(ماخوذ از ایقان اقبالؒ از پروفیسر محمد منور مرزا صفحہ نمبر 70)

نوٹ: مذکورہ حوالہ ابن مسکویہ کی کتاب جو عربی میں تحریر کی گئی اور ترجمہ اردو میں پیش کیا گیا ہے)

درج بالا ابن مسکویہ کا فکر انگیز ایک پیرا اسلام کے پیروکاروں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے اس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ وہ گھوڑا اور شمشیر جو کسی مجاہد کا اعزاز ہوتا ہے جب وہ ناکارہ ہو جائے تو وہی گھوڑا گدھے کے درجے پر آ جاتا ہے شمشیر کھرپا بن جاتی ہے اور وہ مجاہدِ اسلام اگر اپنے اسلامی خواص سے محروم ہو جائے تو کسی کا مزارع، کسی کا رھک، کسی کا غلام اور کسی دوسری قوم کا مطیع و منقاد بن جاتا ہے۔ یہ مقامِ عزت ہے اور اللہ ربّ العزت کے دربار میں معافی اور پناہ مانگنی چاہیے اور اپنے اسلاف اور اپنی درخشندہ تاریخ کو فراموش نہ کرنا چاہیے یہی نقطہ نظر یہی موقف یہی جذبہ یہی تحریک نظریہ اسلام ہے اور یہی نظریہ پاکستان ہے۔

پاکستان کی تخلیق میں لاکھوں اسلامیان ہند نے شہادتوں کا خون عطا کیا، لاکھوں مسلمان عورتوں اور بچوں نے قربانیاں دیں، پاکستان کو انگریزوں اور ہندوؤں نے آسانی

سے قبول نہیں کیا تھا۔ پاکستان انگریز نے طشتری میں رکھ کر پیش نہیں کیا تھا۔ تقسیمِ ہند نہ انگریزی بادشاہت کو پسند تھی' نہ برطانوی پارلیمنٹ' نہ برطانوی حکومت ہند' نہ وائسرائے صاحبان' نہ انڈین نیشنل کانگریس' نہ مسٹر گاندھی' نہرو' پٹیل' اور راجگوپال اچاریہ وغیرہ' لارڈ ماؤنٹ بیٹن جو آخری وائسرائے ہند تھا۔ اسے تقسیم ہند سے ویسے ہی چڑ تھی۔ جمعیت العلمائے ہند کی اکثریت مخالف' چند اور اسلام پسند گروہ بھی قائداعظمؒ پر رکیک حملوں سے باز نہ آرہے تھے' اکثر مسلمان اکابرین جو کانگریس کے متاثرین میں سے تھے یہ تقسیم پسند نہیں فرما رہے تھے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی خاص طور پر شامل تھے۔

یہ حضرت قائداعظمؒ کی سیاسی صداقت اور ولولہ انگیز قیادت' اور مومنانہ شان و شوکت کا اعجاز تھا کہ بڑے بڑے برج گرتے چلے گئے بڑے بڑے طوفان اپنی اپنی راہ لیتے رہے' بڑے بڑے پہاڑ چکنا چور ہوجاتے رہے۔ اور وہ سرحدیں قیام پذیر ہوئیں جنھوں نے معرکہ بدر وحنین کی یاد تازہ کردی۔ یہ سرحدیں کچے دھاگے کی سرحدیں نہیں ہیں یہ اینٹوں' گارے' سیمنٹ اور ماربل کی بنائی ہوئی دیواریں نہیں ہیں یہ دیواریں لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے اسلامی اور قرآنی نظریے اور ایمان پر قائم کردہ دیواریں ہیں۔ جو قیامت تک قائم دائم رہیں گی۔ حضرت قائداعظمؒ نے اسی لیے قیامِ پاکستان کے بعد 30 اکتوبر 1947ء کو فرمایا تھا' ''ہم نے پاکستان حاصل کرلیا' کسی خونی جنگ کے بغیر' امن کے ساتھ' اخلاقی اور ذہنی قوت کے بل بوتے پر' یوں ہم نے ثابت کر دکھایا کہ ہم سچے اور ہمارا مقصد بھی سچا تھا' پاکستان اب ایک قطعی اور اٹل حقیقت ہے اسے کبھی ختم نہیں کیا جاسکتا''

30 دسمبر 1930ء الہ آباد میں حضرت علامہ اقبالؒ نے اسی طرح اپنے زریں خیالات کا اظہار فرمایا۔

''ہندوستان دنیا بھر میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس ملک میں اسلام بہ حیثیت ایک تمدنی قوت کے اسی صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسے مخصوص علاقہ میں مرکوز

کر دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام خدا اور بندے کے درمیان ایک روحانی تعلق کا نام ہی نہیں بلکہ یہ ایک نظامِ حکومت ہے اس نظام کا تعین اس وقت ہو چکا تھا، جب کسی روسو کے دل میں ایسے نظام کا خیال تک نہ آیا تھا۔ اس کی صحیح قدر و قیمت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب وہ ایک معاشرتی نظام کی مشینری میں اپنی جگہ فٹ ہو اور یہ چیز اپنی آزاد مملکت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے میری آرزو یہی ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، بنگال، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد اسلامی مملکت قائم کر دی جائے اس سے اسلامی تعلیم اور ثقافت کو پھر سے زندگی اور قوت عطا ہوگی۔''

باب دوم

نظریۂ پاکستان اور ملّتِ اسلامیہ

ملّتِ اسلامیہ از روئے امت و ملت دوسروں سے یکسر اور بالکل مختلف ہے' ہر ملّت و امّت میں قبائل اور شعوب پائے جاتے ہیں۔ قومیتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ملّتِ اسلامیہ کی حیثیت ہمیشہ فوق الاقوام ہوتی ہے' اور پھر اسی حوالے سے ملّتِ اسلامیہ وطنوں' رنگوں' نسلوں اور زبانوں سے اعلیٰ ترین حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی طرح پاکستانی قوم بھی اپنے وطن پاکستان کی وجہ سے پاکستانی کہلائی۔ اس کی برتر حیثیت ملّتِ کہلائی اور ملّت اسلام کی وجہ سے کہلائی' ملّت کا مصدر اور اساس' اشتراکِ عقیدہ بن گیا۔ جب اشتراک عقیدہ مستحکم ہوا تو وطنی' نسلی اور لسانی حیثیت ایک طرف رہ گئی۔ لہٰذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسلم ملّت کی بنیاد و اساس' مصدر' منبع' سرچشمہ دیگر اقوام سے مختلف ٹھہرا۔

سید نذیر نیازی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے" "اسلام قیدِ وطن سے آزاد ہے۔ اس کا مقصد ہے ایک ایسے انسانی معاشرے کی تشکیل جو مختلف نسلوں اور قوموں کو باہم جمع کرتے ہوئے ایک ایسی امت تیار کرے جس کا اپنا ایک مخصوص شعورِ ذات ہو۔"[7]

(اقبالؒ کے حضور۔ صفحہ نمبر 15)

اسی ایک مخصوص شعورِ ذات نے اسلامی نقطۂ نظر سے ایک ایسا نظریہ عطا کیا' جس نے خون کی نفی کر دی' اگر باپ مسلمان ہے اور بیٹا کافر تو دونوں ایک دوسرے کے کچھ نہیں لگتے' چنانچہ ہمارے سامنے جنگِ بدر اور جنگِ احد کے واقعات کی روشن مثالیں موجود ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک طرف تھے تو دوسری طرف ان کے چچا عباس بن عبد المطلب' حضرت

زینبؓ کے خاوند' حضور اکرم ﷺ کے داماد بھی مخالف کیمپ میں تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن مخالف کیمپ میں تھے۔ حضرت عمرؓ ایک طرف تھے اور ان کے سگے ماموں دوسری طرف تھے۔ حضرت علیؓ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو دوسری طرف ان کے چچا اور بھائی عقیل تھے' حضرت ابوحذیفہؓ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے تو ان کے والد عتبہ بن ربیعہ مخالف کیمپ میں تھے۔ بہر حال حضرت صہیبؓ رومی تھے' حضرت سلمانؓ فارسی' ایرانی تھے۔ حضرت بلالؓ حبشی تھے' یہ سبھی قریش میں سے نہ تھے لیکن ایک امتِ مسلمہ کے افراد تھے۔ اس نظریے نے یہ ثابت کیا کہ ملتِ اسلامیہ ایک اصولی' روحانی' نظریاتی' دینی' اسلامی اور قرآنی اساس کی مالک ہے۔ جس میں حسب ونسب' رنگ وخون' مال ودولت' ثروت وحشمت کا کوئی دخل نہیں' یہی وہ نظریہ تھا جس نے برصغیر کے جغرافیائی زمان ومکان کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا' اور تخلیق پاکستان کا نعرہ بن گیا' پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ اسی کلمہ کی روح نے وہ جذبہ عمل تخلیق کیا جسے نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

ملتِ بیضا تن و جاں لا الہ
ساز مارا پردہ گرداں لا الہ

از یک آئین مسلماں زندہ است
پیکر ملت ز قرآن زندہ است

ایف کے درّانی تحریر کرتے ہیں' سر عبدالرحیم نے کہا تھا' "ہم ہندوستانی مسلمانوں میں سے کوئی افغانستان' ایران' سنٹرل ایشیا' چینی مسلمانوں' عربوں اور ترکوں کے یہاں سفر کر رہا ہو تو اس کی اجنبیت دور ہوتے ذرا دیر نہیں لگتی اور وہ یوں محسوس کرنے لگتا ہے گویا اپنے ہی گھر میں ہے' اسے کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جس کے ہم عادی نہ ہوں اور جو ہماری دیکھی بھالی نہ ہو' مگر اس کے خلاف ہندوستان میں جب ہم اپنی گلی عبور کر کے اس حصے میں چلے جائیں جہاں ہمارے ہم شہر ہندو رہتے ہیں تو ہم تمام سماجی معاملات میں اپنے آپ کو

ہندوؤں سے بالکل دور اور اجنبی پاتے ہیں''[8]

(Meanings of Pakistan By: F.K. Durrani Published by Sh. Ashraf, Lahore, P-72)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام سے بہت پہلے مسیحیت نے بنی نوع انسان کو پیغامِ مساوات دیا تھا۔ مگر مسیحی روما اپنے اندر یہ اہلیت پیدا نہ کرسکا کہ ''بنی آدم اعضائے یک دیگر اند'' کے تصور کا صحیح اور کامل ادراک کرسکتا ہے''[9]

(The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam. p. 141)

پروفیسر محمد منور مرزا تحریر کرتے ہیں۔

''آج کے اہل اسلام دیس میں موجود ہیں مگر وہ جہاں بھی ہیں ان کا انداز' مزاج' رویہ' آداب' معاملات' معیارِ خیر وشر' وہاں کے غیر مسلم معاشروں سے ممیز ہیں۔ غیر مسلموں سے قرب مکانی ہے مگر ہم نے دیکھا ہے کہ یوگوسلاویہ کا مسلمان اہل پاکستان میں اسطرح رہتا ہے گویا اپنے ہی کنبے میں ہو' حالانکہ خود یوگوسلاویہ میں وہیں کے مسیحیوں اور کمیونسٹوں میں اس کا دم گھٹتا ہے' علامہ اقبالؒ ہی کو لے لیں' وہ برِ عظیم کے غیر مسلموں کیلئے اپنے عقیدے اور نظریئے' مزاج اور رویے کے باعث اجنبی ہیں۔ لیکن افغانیوں' ایرانیوں' ترکوں' مصریوں اور عربوں وغیرہ سے قریب ہیں۔ عبدالوہاب عزام مصر میں ہوں' محمد عاکف ترکی میں ہوں' ملک الشعراء بہار ایران میں ہوں تو حضرت علامہ اقبالؒ کے عزیز اور یگانے محسوب ہوں۔ مگر ٹیگور اسی برِعظیم میں ہونے کے باوصف دور ہوں۔ حق یہ ہے کہ ایک طرف فاصلے میلوں سے ناپے جاتے ہیں اور دوسری طرف روحانی سفر ہیں جہاں فاصلے ہوتے ہیں''۔[10]

(ایقانِ اقبالؒ ، مصنف: پروفیسر محمد منور صفحہ 136)

اس پس منظر میں اگر نظریہ پاکستان کا تاریخی دینی جغرافیائی' معاشرتی اور سماجی طور پر

تجزیہ اور تقابل کیا جائے تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ برصغیر میں مسلمان اور ہندو تقریباً 12 سو سال سے زیادہ ایک خطے میں آباد رہے لیکن اکٹھے کبھی نہ رہے چنانچہ فیصلہ مشیّت ایزدی کا یہ ہوا کہ اسلامیانِ ہند کے لئے ایک علیحدہ وطن ضروری ہے اور اس ضمن میں حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ اہم ترین ذمہ داری سونپ دی گئی ہے۔ بہرکیف نظریہ پاکستان برصغیر میں ایک ایسی نظریاتی اور روحانی تحریک بن کر ابھرا۔ جو دوقومی نظریے کی کوکھ سے وجود پذیر ہوا۔ مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ ہر اسلامی ملک یا وطن میں ایسی تحاریک جاری رہیں جنہوں نے اسلامی امت کو اپنے درخشندہ ماضی سے علیحدہ نہیں ہونے دیا۔ مایوسی ونامرادی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ ہمیشہ روشن اور تابندہ مستقبل کی نشاندہی کی۔ سوڈان میں مہدی سوڈانی محمدیہ تحریک انڈونیشیا میں سنوسی کی تحریک لیبیا میں ایران میں کاشانی کی تحریکِ قابل ذکر ہیں۔ شیخ عبدہ کی تحریک مصر میں جمال الدین افغانی کی پان اسلام ازم کی تحریک شام میں رشید رضا کی تحریک اور ہندوستان میں شاہ ولی اللہؒ کی تحریک اور حضرت علامہ اقبالؒ کی اسلامی تبلیغ و تعلیم جاری رہی جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اسلامیان ہند کسی طور پر مایوسی اور دل شکستگی کا باعث نہ بنے۔ اور انہوں نے ہندو کی دھرتی کے تصور کے تار پود بکھیر کر رکھ دیئے۔

ڈبلیو سی سمتھ نے اس حوالے سے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ "مسلمانوں نے یہاں اسلام کو کچھ اس طرح جزو جاں بنایا ہے کہ ان تک پہنچنے والا کوئی نظریہ بھی ایسا نہیں رہتا۔ جیسا کہ باہر سے آیا تھا۔ مسلمانوں نے اُسے اسلامی رنگ دے دیا۔ لبرلزم ان کے یہاں جا کے معیّن اسلامی مقاصد کا علمبردار بن جاتا ہے۔"[11]

(Islam In Modern History By W.C. Smith. P. 75)

ہمارے بے شمار زعمائے کرام علمائے کرام اور جید فلاسفروں نے اپنی اپنی تاویلات پیش کی ہیں کسی نے یہ کہا کہ نظریہ پاکستان تو غریب نادار مزدور اور پسے ہوئے مسلمانوں نے تخلیق کیا۔ کسی نے علمی چودھراہٹ کی بنا پر کہا کہ پاکستان تو بنا ہی امرائے کرام

کی عیاشیوں کیلئے تھا۔ بہر کیف بھانت بھانت کی بولیاں سننے میں آتی ہیں۔ لہٰذا نظریہ پاکستان کے حوالے سے قطعاً کوئی تشکیک اور شبہ نہیں ہے۔ کہ یہ صرف اور صرف اسلام کے بنیادی اصولوں اور قرآنی عقائد کی روشنی میں تعمیل و تشکیل کا نام ہے۔ جس کی وجہ سے ایک خاص تحریک' ایک مخصوص جذبہ' ایک مخصوص مقصدِ حیات معرضِ ظہور میں آیا' جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے اندر موجود رہا' اور یہی ایک خاص نقطۂ نظر' نظریہ پاکستان کے فلسفے کا باعث بنا..... جسے حضرت علامہ اقبالؒ نے اور حضرت قائداعظمؒ نے اپنے اپنے خاص انگ و آہنگ میں اسلام کی روشنی میں متعین کیا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ پاکستان غریبوں نے بنایا ہے' اور تخلیق پاکستان غربت کی بنیاد پر ہوئی۔ اُن سے گذارش ہے کہ کیوں نہ غریب ہندوؤں نے تخلیق پاکستان کا کردار ادا کیا اور اگر امرائے کرام اور جاگیرداروں نے پاکستان تخلیق کیا تھا' تو برصغیر کے بڑے بڑے جاگیردار اور بڑے نا ٹے کیوں نہ تخلیق پاکستان میں شامل ہوئے۔ ایسا نہیں ہے۔ معاشی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ انگریز اور ہندو نے مل کر اسلامیانِ ہند کے معاشی ذرائع یکسر مسدود کر دیئے تھے' لیکن حاوی عنصر وہی نظریہ اسلام تھا۔ وہی تصورِ قرآن تھا' وہی اسلامی روایات و اقدار کا غلغلہ تھا' جس نے 10 کروڑ اسلامیانِ ہند کو حضرت قائداعظمؒ کی قیادت میں جسدِ واحد میں بدل کر رکھ دیا۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست: ملّتِ اسلامیہ اور نظریہ پاکستان ایک علیحدہ کتاب کا تقاضا کرتا ہے۔ اس باب میں بھرپور کاوش کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ایسے اہم موضوعات پر زیادہ سے زیادہ قلمی کاوشیں بروئے کار لائی جائیں۔ تا کہ ملّتِ اسلامیہ میں اُن دینی اور اسلامی جذبات و احساسات کو پروان چڑھایا جا سکے۔ جس کی موجودہ دور میں سخت ضرورت اور اہمیت ہے۔ عالم اسلام موجودہ وقت میں جس دوراہے پر کھڑا، خاص طور پر پاکستان جن بین الاقوامی جکڑبندیوں اور سازشوں کی آماجگاہ بن رہا ہے۔ ان موضوعات پر قلم آرائی کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔

باب 3

ہندو کا روایتی تعصب اور نظریہ پاکستان

ہندو کی روایتی دشمنی' عناد اور تعصب کے حوالے سے اُن کے مشاہیر میں سے ایک نام چانکیہ ہے۔ جسے عرفِ عام میں کوٹلیہ بھی کہا جاتا ہے' کوٹلیہ کا مفہوم ہے' انتہائی مکار' فریب کار' دھوکہ باز انہوں نے ایک کتاب تحریر کی جسے سیاسیات کے حوالے سے ہندو ازم کی دنیا میں حرفِ آخر تصور کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے ''ارتھ شاستر'' سنسکرت میں لکھی گئی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس مذکورہ ''کتاب عالی شان'' میں سیاست کے اصولوں کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ ذیل میں درج ہے'

پہلا اصول — اقتدار اور ہوس ملک گیری کی آگ کو کبھی ٹھنڈا نہ ہونے دیا جائے۔

دوسرا اصول — ہمسایہ ممالک کیساتھ دشمنوں جیسا سلوک روا رکھا جائے۔

تیسرا اصول — غیر ہمسایہ سلطنتوں سے دوستانہ روابط رکھے جائیں۔

چوتھا اصول — جن جن ممالک اور سلطنتوں سے دوستی استوار کی جائے ان کیساتھ اپنی اغراض کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

پانچواں اصول — دلوں میں نفرت و رقابت کی آگ سلگائے رکھنا چاہئے۔ اور جنگ کی آگ میں انتہائی تشدد سے کام لیا جائے۔ اور اس ضمن میں اپنے شہریوں کی مصائب و آلام کی پرواہ بھی نہیں ہونی چاہئے۔

چھٹا اصول — غیر ممالک میں پروپیگنڈا' تخریبی کارروائیاں' ذہنی انتشار

کی مہم جاری رکھی جائے۔ ان ممالک میں اپنے آدمیوں کو غیر قانونی طور پر داخل کر کے انہیں ففتھ کالمسٹ بنایا جائے اور یہ تمام کام تسلسل سے جاری رہے۔

ساتواں اصول — اقتصادی جنگ جاری رکھنے کیلئے رشوت اور دیگر ایسی قسم کے ذرائع استعمال میں لائے جائیں اور دوسرے ممالک کے غداروں کو خریدنے کی کوشش کی جائے۔

آٹھواں اصول — قیام امن کا خیال کبھی بھی دل میں نہ لایا جائے' خواہ اس حوالے سے تمام دنیا تمہیں اس کے لئے مجبور بھی کیوں نہ کرے۔

یہ وہ آٹھ انتہائی ''اہم اور خوفناک'' اصول تھے' جن پر ساری ہندو قوم عمل پیرا رہی اور مسٹر گاندھی ان اصولوں کے مجسم پیروکار ثابت ہوئے۔ حضرت قائداعظمؒ نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جالندھر کے اجلاس' منعقدہ نومبر 1942ء میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

''مشکل یہ ہے کہ گاندھی کا مقصد وہ نہیں ہوتا جو وہ زبان سے کہتے ہیں اور جو ان کا درحقیقت مقصد ہوتا ہے' اُسے کبھی زبان پر نہیں لاتے۔''[12]

تقاریر قائداعظمؒ (جلد اول صفحہ 488)

گاندھی' ہندو قوم کے اوتار بھی تھے' رہنما بھی تھے' مہاتما بھی تھے' ہندو قوم کے باپو بھی تھے' جو خود اپنی زبان سے کہا کرتے تھے۔

''میں اپنے آپ کو سناتنی ہندو کہتا ہوں کیونکہ میں ویدوں' اپنشدوں' پرانوں اور ہندوؤں کی تمام مذہبی کتابوں کو مانتا ہوں' اوتاروں کا قائل ہوں اور تناسخ کے عقیدے پر یقین رکھتا ہوں۔ میں گاؤ رکھشا کو اپنے دھرم کا جزو سمجھتا ہوں اور بت پرستی سے انکار نہیں کرتا' میرے جسم کا رواں رواں ہندو ہے''[13]

(ینگ انڈیا 12 اکتوبر' 1921)

یہ حال تو مسٹر گاندھی کا تھا' جس سے حضرت قائداعظمؒ کو تقسیم ہند اور پاکستان کی تخلیق کے حوالے سے پالا پڑا رہا۔ جواہر لال نہرو کے خیالات کا ذرا تجزیہ فرمائیں جو انہوں نے آل انڈیا نیشنل کانگریس کے اجلاس منعقدہ مارچ 1937ء میں خطبہ صدارت میں بیان کیے۔

''ایسے لوگ ابھی زندہ ہیں' جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ذکر اس طور پر کرتے ہیں' گویا دو ملتوں اور قوموں کے بارے میں گفتگو ہے۔ جدید دنیا میں اس دقیانوسی خیال کی گنجائش نہیں''۔ ''ہندوستان ٹائمز'' نے اپنی اشاعت 14 نومبر 1939ء کو یہ تحریر کیا۔ ''حکومتِ الٰہیہ کا تصور ایک داستان پارینہ ہے اور مسلمانوں کا یہ فعل عبث ہوگا اگر وہ ہندوستان جیسے ملک میں اس کے احیا کی کوشش کریں'' جس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو برصغیر میں اسلامی نظریات وتصورات کی تشہیر کی اجازت نہیں ہونی چاہیے

ہندوستان ٹائمز کے 19 اکتوبر 1948ء کے اداریے کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو دورِ حاضر یعنی 2007ء میں پاکستان کی اسلامی حکومت کے حوالے سے کیا توجیہات پیش کی گئیں تھیں جن کا اطلاق آج کے قومی حالات واقعات میں کس طرح ہو رہا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ ''اگر کشمیر کا مسئلہ پرامن طریق سے طے ہو جائے اور پاکستان اسلامی سٹیٹ کے خیال کو ترک کردے اور اپنے سامنے ایک جمہوری ریاست کی تشکیل کا نصب العین رکھے تو اس سے پاکستان اور ہندوستان اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں خوشگوار تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گا'' کیا خوب؟ اسی ہندوانہ تعصب کی روشنی میں حضرت قائداعظمؒ نے مسٹر گاندھی کو یکم جنوری 1940ء کو ایک خط لکھا۔ خط اس لیے لکھا گیا کہ گاندھی نے اپنے بیان میں یہ کہا کہ میں مذہب پر یقین نہیں رکھتا جس کا مطلب یہ تھا کہ گاندھی سیکولر نظام کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ قائداعظمؒ نے اپنے خط میں یہ لکھا۔

''آج آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ قومیت کے تعین میں مذہب کو کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے؟ لیکن جب خود آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ اس کا زندگی میں مقصد کیا

ہے آپ کے نزدیک وہ جذبہ محرکہ کیا ہے جو ہمیں کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ کیا وہ جذبہ وہ مقصد مذہبی ہے یا معاشرتی' یا سیاسی تو آپ نے کہا تھا کہ ''خالص مذہبی'' گاندھی کی اسی دورخی' متضاد اور گھمبیر شخصیت کے حوالے سے علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

نگہ دارد برہمن کار خود را
نمی گوید بکس اسرار خود را
بمن گوید کہ از تسبیح بگزر
بدوش خود برد زنار خود را

ہندوستان کی جشن آزادی کے موقع پر یو۔پی کانگریس کمیٹی کے صدر اور یو۔پی کانگریس اسمبلی کے سپیکر مسٹر ٹنڈن نے اسلام' اسلامی ثقافت اور نظریہ پاکستان پر جو رکیک حملے کیے اس کی درج ذیل تقریر سے واضح ہوتا ہے۔

''ہندوستان یونین میں جداگانہ زبان اور جداگانہ ثقافت کی آواز کہیں سے نہیں نکلنی چاہیے۔ جو لوگ کسی خاص فرقے کے لیے جداگانہ زبان یا ثقافت کے حق میں ہیں ان کے لیے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنا نظریہ نہ بدل سکیں تو انھیں ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے اور کہیں اور چلے جانا چاہیے' مذہب اور ثقافت دو مختلف چیزیں ہوا کرتی ہیں چین' جاپان اور دوسرے ممالک میں بھی مسلمان بستے ہیں ان کی جداگانہ زبان ہے نہ ثقافت' اگر مسلمان ہندوستان میں رہنے کے خواہش مند ہیں۔ تو انھیں ہندی زبان اور دیو ناگری کو بطور رسم الخط اختیار کرنا ہوگا' انھیں اپنی تہذیب و ثقافت کے لیے عرب یا پاکستان کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ بھارت دیس کی ثقافت کو اپنانا چاہیے''۔[14]

(ہندوستان ٹائمز' 16 اگست 1948)

یہی تعصب' دشمنی اور عناد اس وقت بھی کارفرما تھا' جب پاکستان بن رہا تھا' یہی تعصب پاکستان بننے کے بعد قائم رہا اور ہنوز جاری ہے' اور جاری رہے گا میں یہاں مشہور کانگرسی

لیڈر سوامی سیتہ دیو کے بیان کوتحریر کرنا اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری پاکستانی نسل نو اور پاکستانیت کے جذبوں کے حامل افراد کو پتہ چلے کہ ہندوؤں نے کیا کیا منصوبے اور حربے استعمال کیے اور مسلمانوں کی دینی اورنظریاتی حیثیت کوختم کرنے کی کوششیں کیں۔ سوامی سیتہ دیو نے کہا کہ جب ہم مضبوط و مستحکم ہو جائیں تو ہم مسلمانوں کے لیے درج ذیل شرائط رکھیں گے

1- قرآن کو الہامی کتاب مت مانو

2- محمد ﷺ کو خدا کا نبی نہ مانو (نعوذ باللہ)

3- مکہ کے ساتھ اپنا کوئی تعلق نہ رکھو

4- سعدی اور رومی کی بجائے کبیر اور تلسی داس کو پڑھو

5- اسلامی تقریبات کی بجائے ہندوؤں کی تقریبات مناؤ

6- وہ تمام تقریبات مناؤ جن کا تعلق رام کرشن اور دوسرے دیوتاؤں سے ہے۔[15]

(اخبار وکیل امرتسر 9 دسمبر 1925)

آپ نے غور فرمایا کہ ہندو کے کس قدر خطرناک اور خوفناک عزائم تھے انہی عزائم اور منصوبوں کے حوالے سے حضرت قائداعظمؒ نے دسمبر 1941 میں آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے اجلاس میں یوں فرمایا:

"ساورکر (صدر ہندو مہا سبھا) کی سکیم یہ ہے کہ جب انگریز ہندوستان سے چلے جائیں ان کے بعد بری بحری اور فضائی فوج میں 75% فیصد حصہ ہندوؤں کو مل جائے گا تو پھر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ان مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا جو شمال مغرب اور شمال مشرق میں بستے ہیں۔ ان کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ سرحدوں پر ہندو فوج اس طرح بٹھادی جائے گی جس طرح اب برطانوی فوج متعین ہے اور یہ فوج اس کا خیال رکھے گی کہ مسلمان سر نہ اٹھا سکیں[16]

(تقاریر قائداعظمؒ .....جلد اول صفحہ 356-355)

اگر چانکیہ یا کوٹلیہ کے آٹھ منصوبوں' جن کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے' اور کانگریسی لیڈر سوامی سیتہ دیو کے ہر منصوبوں کا جن کا ذکر بھی اوپر صفحات میں کیا گیا ہے' مسلمانوں کو ہندوستان سے ملیا میٹ اور تباہ و برباد کر دینے کے دساتیر اور منشوروں کی حیثیت رکھتے ہیں' یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہندو ان آدرشوں کو بھول جائیں۔ یہ اسلامیان ہند اور اسلامیان پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسی بر خود غلط قوم سے واسطہ پڑا ہے' جو آج تک اپنے پانچ ہزار سالہ تاریخ سے ناطہ نہیں توڑ سکی' آج بھی جانوران کے زندہ خدا ہیں پتھروں' اینٹوں' گاروں اور مٹی سے تراشے ہوئے بت ان کے خدا ہیں' البیرونی نے اپنی کتاب (مالاھند) میں ہندوؤں کی ذہنی نفسیات کا جو نقشہ کھینچا ہے' وہ آج بھی اور اس ترقی یافتہ دور میں بھی اپنی روایتی آب و تاب کیسا موجود ہے' آج بھی بھارتی مسلمان' ہندوؤں کے ظلم و ستم کا شکار ہیں' مساجد کو جلایا اور گرایا جاتا ہے' مساجد کو مندروں اور اصطبلوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اس ضمن میں بابری مسجد کی مثال ہمارے سامنے ہے' جسے ہندو انتہا پسند اور تشدد پسند تنظیموں جن میں ہندو وشوا پریشد' بجرنگ دل' بھارتی جنتا پارٹی اور دیگر ہندوؤں کی غنڈہ تنظیموں نے گرایا اور دعویٰ یہ کیا کہ یہاں رام مندر تھا' لہٰذا رام مندر کی حیثیت بحال کی جائے۔

اسلام نے مسلمانوں کو صلح پسندی' امن و آشتی اور تعظیم انسانیت کا درس دیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اس حوالے سے ایک روشنی کا مینار ہے اسلامیان ہند نے تخلیق پاکستان سے پہلے بھی اور آج کے دور میں بھی صبر و تحمل کا دامن ہمیشہ تھامے رکھا اور برابری اور مساوات کی بنیاد پر قومی تعلقات کی ہمیشہ روشن مثال قائم کی۔ حضرت قائد اعظمؒ بار بار فرمایا کرتے تھے کہ "جیو اور جینے دو" تخلیق پاکستان کے بعد حضرت قائد اعظمؒ کے بیانات اور ارشادات' بھارت کے حوالے سے کبھی تشدد پسندانہ' معاندانہ اور کھلی جارحیت کی ترجمانی نہیں کرتے' لیکن دوسری جانب سے بھارت نے کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انھیں جب بھی موقع میسر آیا' انھوں نے مہابھارت' کے ٹکڑے جوڑنے کی ناکام

کوشش کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں نے تقسیم ہند کو "گئو ماتا" اور مہا بھارت کی تقسیم تصور کیا ہے یہی باعث ہے کہ انہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا' انھیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ اسلام میں جن نظریات و تصورات کو ایمان و ایقان کا حصہ سمجھا جاتا ہے' وہ مسلمانوں میں وحدت الہیہ کا تصور اجاگر کرتے ہیں' قرآن کے بنیادی نظریات اور بنیادی احکام جن اصولوں' ضابطوں' اقدار حیات اور فلسفہ تعلیم پر زور دیتے ہیں' انہی اجتماعی دینی' اسلامی' ایمانی' معاشرتی' قومی اور نظریاتی عقائد نے مسلمانوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا' وہ زمین سے نہیں' آفاق سے ہمکنار ہو گئے' یہی وہ آفاقی' روحانی' ازلی' ابدی اور مطلق تصور تھا' جو برصغیر میں نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریہ کی صورت میں جلوہ گر ہوا'

یہاں سابق مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ذکر بے جا نہ ہو گا' جب اندرا گاندھی (وزیر اعظم بھارت) نے یہ بیان بڑے فخر و تکبر اور فتح کے نشے میں دیا کہ "آج ہم نے دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں ڈبو دیا اور آج ہم نے ہزار سال کا بدلہ لے لیا" (اس کا حوالہ پچھلے صفحات میں بھی دیا گیا ہے' لیکن اختصار کے ساتھ)

اب توجہ طلب مسئلہ یہ ہے کہ کس نے کس سے یہ بدلہ لیا اور دو قومی نظریہ خلیج بنگال میں کیسے ڈوبا' اگر ہم یہ کہیں کہ اندرا گاندھی نے کتنی غیر منطقیانہ معصومیت میں یہ بیان داغا تھا اس قابل رحم خاتون کو معلوم ہی نہیں کہ دو قومی نظریہ اور نظریہ پاکستان کے اصل مفاہیم و مطالب اور ابدی توجیہات و تفاسیر کیا ہیں' اسلام اور قرآن کی روشنی میں اگر ایک مسلمان بچہ بھی برصغیر میں زندہ ہے تو دو قومی نظریہ اپنی کامل جولانیوں کے ساتھ موجود ہے' نظریہ پاکستان مکمل طور پر قائم ہے۔ اسلام کا جھنڈا موجود ہے۔ کفر و اسلام کا امتیاز و تفاوت موجود ہے۔ اگر نظریہ پاکستان اپنی اصلی اور ازلی حقائق کے نقطہ نظر سے مفقود ہو گیا ہوتا تو بنگلہ دیش جسے ہم آج بھی سابق مشرقی پاکستان کہتے ہیں ہندوستان کا کوئی باجگزار حصہ بن چکا ہوتا' لیکن ایسا نہیں ہوا وہ پاکستانی حضرات جنھیں پاکستان نے اعلیٰ ترین مقام سیاست و

قیادت پر متمکن کر رکھا تھا یا اب بھی جلوہ افروز ہیں' ژولیدہ فکر' نظریاتی علم سے عاری' تحریک پاکستان کے دلدوز لمحات و واقعات سے ناواقف' حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ سے بغض، کینہ اور نفرت رکھنے والے ایسے ''قابل تعظیم'' افراد پاکستان کی کیا خدمت کر رہے ہونگے' اور جنہیں بالخصوص قیامت کے روز حضرت قائداعظمؒ کے حضور کیا جوابدہی دینا ہوگی۔ جو نظریہ پاکستان اور تخلیق پاکستان کے بارے میں مشکوک الایمان اور متزلزل عقائد کے علمبردار ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑی اور کوئی بدقسمتی نہیں ہے۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ پاکستان مشیتِ ایزدی ہے' اور حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ سات سات ولیوں کی قوت ایمانی والی شخصیات تھیں۔

اگر پاکستانی دانشوران کرام' اساتذہ کرام' طلبہ اور طالبات' کبھی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں اہم کردار ادا کرنے والوں کا کیا حشر ہوا وہ پاک و ہند کی سیاسی اور قومی تاریخ کے ابواب میں قیامت تک کھڑے نشان عبرت بن کر رہ گئے۔ اندرا گاندھی کا یہ حشر ہوا کہ اسے اپنے باڈی گارڈ نے گولیوں سے اڑا دیا' شیخ مجیب الرحمٰن کو اپنی ہم قوم فوج کے افسران نے گولیوں سے اڑا دیا۔ کسی متعلقہ فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑا شیخ حسینہ واجد چونکہ انگلینڈ میں تھی' محفوظ رہی' بلکہ یہاں تک ہوا کہ مجیب الرحمٰن کے کالے کتے کو بھی گولیوں سے اڑا دیا گیا' تاکہ اس کا کتا بھی اس کے بعد زندہ نہ رہے' ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا' اور تاریخ اسلام میں عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا گیا۔ جنرل یحییٰ خان سابق صدر پاکستان کو ذلیل وخوار کر کے انتہائی شرمناک موت کے حوالے کر دیا گیا۔ شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے جب یہ محسوس کیا کہ جو کوئی قوم اپنے جغرافیے اور سرحدوں کی حفاظت نہیں کر سکتی اور اپنی چاردیواری کا تحفظ نہیں کر سکتی اور اس کی دیواروں کو ہر کوئی پھلانگ سکتا ہے اور اس کی آزادی و خودمختاری کو پامال کر سکتا ہے' غالباً یہی ایک تصور شہنشاہ ایران کو بھی لے بیٹھا اور بلوچستان کے حوالے سے بدنیتی کا اظہار کرنے لگے کہ بلوچستان تو عرصہ قدیم میں ایران کا حصہ رہا ہے'

لیکن ربِ ذوالجلال والاکرام کے قانون نے کیا رنگ دکھایا' کہ شہنشاہِ ایران' جن کے ملک کو دوسرا امریکہ کہا جاتا تھا' پوری کائنات میں ان پر زمین اس طرح تنگ ہوئی کہ انھیں کوئی ملک پناہ دینے کے لیے تیار نہ ہوا اور وہ قابلِ رحم اور عبرت ناک ماحول میں اور گمنامی کی موت کے بھینٹ چڑھا دیے گئے۔

میری اس تمام تر فریاد کا مفہوم بڑا سادہ' قابلِ فہم اور آسان ہے کہ یہ پاک سرزمین جس کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے فرمائی انشا اللہ قیامت تک زندہ و پائندہ رہے گی۔ البتہ اس پاک سرزمین کی طرف میلی آنکھ رکھنے والوں' دشمنی' عناد' نفرت' تعصب اور نابود کا ارادہ رکھنے والوں کا وہی حشر ہوگا جو اوپر بیان کردیا گیا ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار** (پس اے آنکھوں والو، عبرت حاصل کرو) ان حقائق کی روشنی میں ایک مرتبہ پھر یہ گذارش کرنی پڑرہی ہے کہ نظریہ پاکستان' درحقیقت نظریہ اسلام اور قرآن ہے' یہ اسلامی' دینی اور قرآنی طرزِ حیات کا دوسرا نام ہے' حضرت قائداعظمؒ نے 17 ستمبر 1944ء کو مسٹر گاندھی کو خط لکھا۔ "ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ قوم کی جو بھی تعریف اور معیار متعین ہو اس کے مطابق ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں' ہم دس کروڑ کی ایک قوم ہیں۔ ہماری تہذیب و تمدن' زبان و ادب' آرٹ اور فنِ تعمیر' نام و نسب و اصطلاحات' قانونی اور اخلاقی نظام' رسوم و رواج' تقویم و تاریخ اور روایات' طبعی رجحانات و میلانات سب مختلف ہیں۔ مختصر یہ کہ ہمارا نظریہ زندگی مختلف ہے' بین الاقوامی قانون کے ہر اصول سے ہم ایک قوم ہیں"۔[17]

(تاریخ مسلم لیگ' مصنف رئیس احمد جعفری)

مسلم لیگ کونسل کا اجلاس 14 دسمبر 1947 کو قائداعظمؒ کی صدارت میں خالق دنیا ہال کراچی میں منعقد ہوا۔ جس میں ایک قرارداد یہ بھی تھی "کونسل اسلامیان پاکستان اور مملکت کے تمام دوسرے شہروں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و ترقی میں حتی الوسع زیادہ سے زیادہ حصہ لیں تاکہ کم از کم عرصے میں اس مملکت کو معاشرتی انصاف

پر مبنی ایک مثالی جمہوری مملکت کے طور پر دنیا میں باعزت مقام و مرتبہ حاصل ہو اور یہ مملکت اسلامی تعلیمات کے مطابق انسانی آزادی اور عالمی امن کی علمبردار بن سکے۔'' حضرت قائداعظمؒ کے فرمودات اور احکام میں پاکستان کی مستحکم آزادی و خودمختاری' باعزت مقام اور عالمی امن کے حوالے سے ایک خاص اہمیت رہی ہے' قائداعظم کے ہاں تشدد پسندانہ' استعماریت پسندانہ اور استبداد و جبر کی قطعی طور پر کوئی اہمیت نہیں تھی' انہوں نے ہمیشہ صلح و آشتی' برابری کی سطح پر عزت و احترام کو پسند فرمایا لیکن ''مہا بھارت'' کے علمبرداروں نے پاکستان پر تین حملے کر کے یہ ثابت کیا کہ انہیں جب بھی موقع ملے گا ''گئو ماتا'' کے دو ٹکڑے جوڑنے کی ناکام کوشش کرتے رہیں گے۔ لہٰذا قائداعظمؒ نے ہمیشہ اس نقطۂ نظر سے پیش آنے والی جارحیت کا مناسب توڑ اور جواب کے لیے قوم کو ہر وقت مستعد' چوکنا اور محتاط رہنے کا حکم دیا۔ علامہ اقبالؒ کا فرمان ہے۔

تنِ بے روح سے بیزار ہے حق

خدائے زندہ' زندوں کا خدا ہے

بعض پاکستانی علمائے کرام' دانشورانِ سیاست و قانون اور ناقدین یہ کہتے نہیں تھکتے کہ قائداعظمؒ سیکولر تھے اپنے اس جواز کے لیے وہ قائداعظمؒ کی 11 اگست 1947ء کی تقریر کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں۔ اس موضوع کے لیے علیحدہ بھرپور کتاب کی ضرورت ہے کہ آیا قائداعظمؒ سیکولر تھے یا انتہائی روحانی' دینی اور اسلامی نظریات و تصورات کے پیروکار یا حضور اکرم ﷺ کے عاشق' پختہ ثقہ اور غیر متزلزل مسلمان' ذیل میں درج قائداعظمؒ کی تقریر اس بات کی نفی کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں سیکولرزم کے قائل نہ تھے۔ قائداعظمؒ کے قلب و روح میں اسلام رچ بس چکا تھا۔ یہ تقریر انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ اکتوبر 1939 میں فرمائی تھی

''مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا دولت' شہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف

اٹھائے۔اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہے ہوں کہ جناح نے اس سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی اور تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طابگار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا ایمان' میرا اپنا دل میرا اپنا ضمیر گواہی دے کہ جناح!تم نے واقعی مدافعتِ اسلام کا حق ادا کر دیا۔جناح!تم مسلمانوں کی تنظیم' اتحاد اور حمایت کا فرض بجا لائے۔میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کو سر بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

حضرت قائداعظمؒ کو اپنوں اور بیگانوں نے جو جو تعصباتی اور مبنی بر عداوت و بغض خطابات دیے۔کیا وہ اپنا اثر دکھا سکے' اتنا ہی ہوا کہ وقتی طور پر حضرت قائداعظمؒ کو صدمہ پہنچتا رہا' اور ان کے مخلص کارکن بھی پریشان رہتے لیکن خدا تعالیٰ کے خاص کرم اور حفظ و امان سے' مخالفین اور متعصبین کا ہمیشہ منہ کالا ہوتا رہا'حضرت قائداعظمؒ ہر لحہ ہر ساعت ہر آن ایک نئی شان سے بلندیوں کی طرف گامزن رہے۔

برطانوی سیاسئین' قائدین اور مدبّرین کو اس بات کا ضرور اندازہ تھا کہ مسلمانانِ ہند کے خلاف ہندو کا رویہ کیا ہے لہٰذا انھوں نے مسلمانوں کو کمزور اور لاچار کرنے کے لیے ہندوؤں کو اپنے ساتھ نتھی کر لیا لہٰذا ہندوؤں کو عیسائی مذہب کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ وتشہیر سے ہمکنار کیا گیا۔ بقول لارڈ میکالے جیسا کہ اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا۔''ہمیں ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو ہمارے اور ہماری رعایا کے درمیان مترجم ہو' جو خون کے اعتبار سے ہندوستانی ہو' مگر ذوق وشوق' رائے' الفاظ اور فہم وادراک کے اعتبار سے انگریز ہو۔''

دراصل مسلمانانِ ہند کئی صدیوں تک ہندوستان پر حکمران رہے لہٰذا مخالف مذاہب کے علمبرداروں کی آنکھوں میں کھٹکتے تھے' ابتدا ہی سے ہر طرح کے حربے اور حیلے

اختیار کیے جاتے رہے۔ مسلمانوں کے اقتدار و اختیار کے آہنی اسلامی اور دینی فلسفوں پر ضربیں لگنے لگیں بالآخر محلاتی سازشوں، دشمنانہ حیلوں، متعصبانہ چالبازیوں اور زہریلی حرکتوں کا بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں کی حکومت و سلطنت، شان و سطوت اور جاہ و حشم دھڑام سے زمین پر آرہا۔ مسلمانوں کی اس عظیم الشان سلطنت کو زمین بوس کرنے میں ایک طویل عرصے کی تگ و دو شامل تھی مگر جب دوبارہ سنبھلے تو تقریباً ایک صدی اس جدوجہد میں گزر گئی پھر کہیں آزادی و خود مختاری نصیب ہوئی۔

وی۔ڈی مہاجن تحریر کرتے ہیں ''1893 میں بمبئی میں برصغیر کی تاریخ میں پہلا بڑا ہندو مسلم فساد ہوا، یہ فساد کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا، بلکہ ہندوؤں کے رہنماؤں کے اس مسلسل مخالفانہ پروپیگنڈے کا نتیجہ تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس کی طرف سے ''گئو رکھشا'' تحریک کے پردہ میں مسلمانوں کے خلاف کیا جارہا تھا۔ ان متعصب ہندو رہنماؤں نے جن میں بال گنگا دھر تلک سب سے نمایاں تھے۔ گنگا پتی دیوتا کا پبلک طور پر جشن منانا شروع کیا، اس جشن میں جلوس نکالے جاتے جس میں آگے آگے گنگا باز نوجوانوں کی ٹولیاں ہوتیں اور پیچھے پیچھے بلند آوازمیں باجے اور گیت والے ٹولے ہوتے۔ یہ لوگ قصداً ایسے وقت میں مساجد کے سامنے باجے بجاتے جب مسلمان نماز میں مشغول ہوتے۔ تلک نے ہندوؤں میں جنگی جذبات ابھارنے کے لیے شیواجی کو ہندو قوم کا ہیرو بنایا اور باقاعدہ ''یوم شیواجی'' منانا شروع کیا اور اس میں وہ سب کچھ کیا جاتا، جو گنگا پتی کے جشن میں ہوتا، شیواجی کے متعلق تقریر کرتے ہوئے تلک یہاں تک کہنے سے نہ چوکتا تھا کہ ''شیواجی نے افضل خان کو دوسروں کی بھلائی کے لیے نہایت اچھے ارادے سے قتل کیا تھا۔ اگر ہمارے گھروں میں چور گھس آئیں اور ہماری کلائیوں میں ان کو بھگانے کے لیے کافی طاقت نہ ہو تو ہمیں بلا جھجک انہیں بند کر کے زندہ جلا دینا چاہیے''۔ [18]

(ہسٹری آف انڈیا، مصنف وی۔ڈی مہاجن بحوالہ ملت کا پاسبان، از پروفیسر کرم حیدری صفحہ نمبر 40)

برصغیر میں ہندوؤں کے مسلمانوں پر اس طرح کے متعصبانہ رویے ان کی تہذیب وتمدن، تاریخ وروایات، مذہبی اقدار وعقائد پر رکیک حملے روز افزوں بڑھ رہے تھے، اور ان میں کسی طور پر کمی واقع نہیں ہو رہی تھی بلکہ وہ کھلم کھلا اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے تھے پروفیسر بلراج مدھوک جو کچھ عرصہ پہلے ایک انتہاپسند ہندو مہا سبھائی جماعت کے سربراہ رہے جس جماعت کا دستور یہ تھا کہ اسلامیان ہند کی مخالف جماعتوں، تنظیموں اور گروہوں کو مضبوط اور تقویت دینا سب سے اہم ترین اصول یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہندوازم میں مدغم کر دیا جائے چنانچہ وہ اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں "اس ضمن میں سب سے پہلی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندوستان کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو احساس دلایا جائے کہ ان کے آباؤ اجداد بھی وہی تھے جو ہندوؤں کے تھے اور ایک مشترکہ زمانہ ایسا تھا جس میں انھوں نے اشوک، چندر گپت موریہ اور ہرش جیسے مہاراجگان کے زیر سایہ عالی شان کامیابیاں اور عظمتیں حاصل کی تھیں، یہ مشترک دور اسلام کے ہندوستان میں وارد ہونے اور ہندوستانی مسلمانوں کے آباؤ اجداد کے اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے کا ہے، مسلمانوں میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ رام اور کرشن، ویاس اور کالیداس ہندوؤں ہی کی طرح ان مسلمانوں کے بھی عظما و اکابر تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ چل کر ان عظماء اور اکابر کی عظمتوں کے میلے منانے چاہئیں۔ اس احساس کے پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک منظم کوشش عمل میں آئے جو اعلیٰ منصوبہ بندی کے مطابق ہو اور جس کی مدد سے مشترک اکابر کے یوم اور میلے منائے جا سکیں، درحقیقت یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندو مذہبی پروہتوں اور لیڈروں نے محمد ﷺ کا بت بنا کر اسی طرح ہندو بتوں کے سلسلے میں شامل نہ کیا جس طرح کے مہاتما بدھ کے بت کو کیا تھا نیز یہ کہ ہندو پروہتوں اور لیڈروں نے ایک نئی دیومالا کو جنم نہ دیا اور اس طرح مسلمانوں کو بھی ہندوؤں کی دولت مشترکہ میں ایک فرقہ یا ایک جماعت بنا کر شامل نہ کیا جیسا کہ انہوں نے یونانیوں اور ہنوں کے ساتھ

کیا تھا۔ بے شک اس راہ میں بھاری بھرکم مشکلات حائل تھیں تاہم کوشش تو کی جانی چاہیے تھی اور یہ کوشش اب بھی کی جانی چاہیے؛ جس روز مسلمانوں کے ہندیائے جانے کا عمل مکمل ہو جائے گا اور ان کا ماورائے وطن، حب الوطنی کا جذبہ اکھاڑ پھینکا جائے گا اس دن بھارت میں فرقہ وارانہ مسئلہ ختم ہو جائے گا۔[19]

(Hindustan at The Cross Road: Chatper: Hinduisation of Muslims by Balraj Madlok, Published by, Malik Brothers, Lahore, 1946 pp. 96-97)

اس سارے فلسفے کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین متین کے معاملے میں ہندوستان سے باہر واقع اپنے مراکز، سرچشموں اور منابع کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں اسلام کو خیرباد کہہ دیں دوقومی نظریہ حیات کو فارغ کر دیں اور نظریہ پاکستان سے منہ موڑ لیں محمد بن قاسم، محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین ایوبی اور ٹیپو سلطان سے تعلق ختم کر لیں۔ مکہ اور مدینہ سے روحانی اور دینی تعلق بھی چھوڑ دیں اور ہندوؤں کے دیوتاؤں اور اوتاروں کے قائل ہو جائیں۔

پروفیسر بنی پرشاد BENI PRASHAD ایک معروف ہندو عالم اور محقق تصور کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے بھی اس حوالے سے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے، جو آج بھی اسلامیانِ پاکستان اور اسلامیانِ بھارت اور سابق مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

ہندوؤں کا یہ فارمولا کہ وہ غیر ہندوؤں کو اپنے اندر مدغم کر لیتے ہیں مسلمانوں کے ضمن میں سخت امتحان سے دوچار ہو گیا۔ مسلمان پہلے پہل آٹھویں صدی میں وارد سندھ ہوئے، جو گیارھویں سے اٹھارویں صدی تک شمال مغرب میں داخل ہوئے۔ یہ ورود پے بہ پے یورشوں، حملوں، یلغاروں اور گروہی اور انفرادی نقل مکانی کی صورت میں جلوہ گر ہوتا رہا۔ جب اسلام ہندوستان میں داخل ہوا تو اس کے حلقے اور جلو میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ فلسفہ بھی

تھا اور علم کلام بھی اس کے موحدانہ عقائد ہندوؤں کے کثیر الاصنام دھرم سے بالکل مختلف تھے لہٰذا ہندو نظام حیات کے لیے ان نئے حملہ آوروں کو جذب کرنا ایک مشکل کام تھا۔"[20]

(The Hindu Muslim Question: By Beni Parashad) Published by, Kitabistan, Allahabad, 1941, pp 6-8)

حضرت قائداعظم کا فرمان تھا کہ پاکستان خدا تعالیٰ کی مرضی ہے اور یہ مرضی پوری ہو کر رہے گی۔ ہندوؤں کے منصوبے بہر حال اپنے تھے۔ پروفیسر بلراج مدھوک، شام پرشاد مکرجی کے نقطۂ نظر کے مطابق ان کا ایک بیان جو 1946 میں دیا گیا تحریر کرتے ہیں۔

"ہندو قوم کی نظریہ پاکستان کے ضمن میں روز افزوں مخالفت کے پیش نظر شام پرشاد مکرجی کی رائے سے اتفاق کیے بغیر چارہ نہیں کہ مسلم لیگ کی کوششوں سے پاکستان حاصل نہ ہو سکے گا۔ مسلم لیگ کے لیڈر کو بھی توقع نہیں ہے کہ پاکستان حاصل کیا جا سکتا ہے، مسلم لیگ کا لیڈر برطانوی حکومت کی مدد کا طلبگار ہے تاکہ وہ بھارت کو تقسیم کر دے، پھر اگر برطانیہ کی مدد سے پاکستان کا دفاع ایک دائمی مسئلہ بنا رہا تو یہ ایک مسلسل غلامی کا تمغہ ہو گا اور یہ آزادی عظیم الشان فریب سے زیادہ کچھ نہ ہو گی۔ اور اگر بھارت کی اس جبری تقسیم کے بعد برطانوی حکومت ختم ہو جاتی ہے تو پھر آزاد ہندوستان کو سارے ہندوستانی علاقے پر دوبارہ اپنا اقتدار نافذ کرنے سے کون روک سکتا ہے۔"[21]

(Hindustan at The Cross Road: By Balraj Madhok, Published by Malik Brothers, Lahore pp. 66)

بالکل اسی طرح ہندوؤں کے ایک مرد آہن سردار پٹیل نے کہا تھا

"جناح کو اس کی مملکت دے دو۔ یہ زیادہ دن نہیں چلے گی۔ پانچ سال کے اندر اندر مسلم لیگ ہمارا در کھٹکھٹائے گی اور بھیک منگوں (گداگر) کی طرح التجا کرے گی کہ ہندوستان کو دوبارہ متحد کر دیا جائے۔"[22]

(Freedom at Midnight, By: Larry Collins and Dominique Lappierre, Queens London, 1975, p. 119)

حاصل کلام

حضرت قائد اعظمؒ کا مذہب' عقیدہ' خیالات' نظریات اس بات کی ترجمانی کرتے ہیں کہ وہ روحانی طور پر اور علمی نقطہ نظر سے بھی ایک پختہ' اور غیر متزلزل مسلمان تھے' جن کی جیب میں مولانا عبد اللہ یوسف علی کا انگریزی میں ترجمہ شدہ قرآن موجود رہتا تھا اور ہر لمحہ قائد اعظمؒ قرآن سے ہدایات لے لیتے تھے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (مرحوم) اور نواب بہادر یار جنگ رات گئے یا جس وقت بھی مناسب وقت میسّر آتا یا قائد اعظمؒ کو فرصت نصیب ہوتی تو یہ دونوں حضرات قائد اعظمؒ کو قرآن' حدیث فقہ۔ اسلامی تاریخ اور دیگر اسلامی اور قرآنی علم کے حوالے سے اُن کو باخبر رکھتے تھے۔

1943 ء میں حضرت قائد اعظمؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا'

''وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں' وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملّت کی عمارت استوار ہے۔ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اس امّت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ' وہ چٹان' وہ لنگر خدا کی کتاب ''قرآن کریم ہے' مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے' ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا' ایک رسول ﷺ ایک کتاب ...... ایک امّت!''

یہ ایک ایسی ولولہ انگریز تقریر ہے کہ اس سے محسوس ہوتا ہے کہ حضرت قائد اعظمؒ اسلام کے حوالے سے کتنے واضح اور شفاف نظریات کے مالک تھے۔

یہی اسلامی اور قرآنی روح' نظریۂ پاکستان کی تخلیق کے حوالے سے بنیادی اور اساسی ضوابط کی حامل تصور کی گئی' جسے تاریخِ تحریک پاکستان سے کسی طور پر بھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ...... پچھلے ابواب کا بنظرِ غائر مطالعہ' اُن تمام شکوک وشبہات کو رفع کرنے میں ممدو معاون ثابت ہوگا اور اُن زعمائے کرام جن کے نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریئے کے

حوالے سے واضح اور صاف نظریات نہیں ہیں' بلکہ تشکیک اور متضاد تصورات پر مبنی ہیں' جو کسی لحاظ سے قابل تحسین نظریات نہیں ہیں۔ ان سے قومی سطح کے بھی تشکیک اور متضاد خیالات جنم لیتے ہیں جن سے اس مملکتِ خداداد متاثر ہوگی۔

پاکستان کا نظریاتی' قومی جغرافیہ' پاکستان کی تخلیق' تعمیر و ترقی' سالمیت و استحکام کی ضمانت دیتا ہے' حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت قائداعظمؒ اس حوالے سے بار بار تلقین کرتے رہے۔ کہ اگر برصغیر میں ایک مرکزی ہندو حکومت معرضِ وجود میں آ گئی تو اسلامیانِ ہند' قومی' دینی' اسلامی' نظریاتی' تاریخی طور پر نابود ہو جائیں گے۔ اور پھر اس کے اثرات صرف اسلامیانِ ہند پر ہی مرتب نہیں ہونگے' البتہ اس سے ایران' افغانستان' مشرق وسطی تک بربادی کا خطرہ محسوس کیا جا سکتا ہے۔

حضرت قائداعظمؒ نے 1946ء میں جب وزیراعظم برطانیہ مسٹر ایٹلی سے لندن میں ملاقات کے بعد مصر تشریف لائے تو انہوں نے مصر کے اہل سیاست' اہل قیادت اور اہل صحافت کو خطاب فرمایا اور ان کے خطاب کو انتہائی پذیرائی نصیب ہوئی' اس خطاب کا مختصر ساحصہ درج ذیل ہے۔

''اگر ہندوستان میں شہنشاہیت قائم ہوگئی۔ تو اگر چہ وہ سابقہ دور کی برطانوی ملوکیت سے بڑی تو نہیں ہوگی' مگر مستقبل میں قائم ہونے والا ہندوستانی سامراج' اتنی ہی بڑی لعنت ضرور ثابت ہوگا۔ مشرق وسطی ایک مصیبت سے نجات پاکر دوسری مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ ہمارے لئے پاکستان زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے گھروں میں آزاد رہیں تو آپ کو ہمارے ساتھ اشتراکِ عمل کرنا چاہیے۔ عرب اور دیگر مسلمان حکومتیں اس وقت تک حقیقی معنوں میں آزاد نہ ہوں گی جب تک پاکستان قائم نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہندوستان پر اقتدار قائم کرنے والے کا اقتدار مشرق وسطی پر بھی قائم ہو جائے گا۔ اگر ہندوستان میں ہندو شہنشاہیت قائم ہوگی تو اس کا مطلب یہ ہوگا

کہ ہندوستان سے اسلام ناپید ہوگیا' میں کہتا ہوں کہ فقط ہندوستان میں اسلام کا وجود نابود نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ دوسرے اسلامی مما لک کا بھی یہی حشر ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مذہبی اور روحانی اعتبار سے مصریوں کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اگر ہم تیریں گے تو سب تیریں گے' اگر ہم ڈوب گئے تو سب ڈوب جائیں گے۔''

قائداعظمؒ کا یہ خطاب کس قدر مبنی بر حقیقت اور بے اندازہ بامعنی خطاب تھا' جو ملّتِ اسلامیہ کیلئے لمحہ فکریہ تھا' اور اب بھی اُسی طرح دورِ حاضر میں اہمیت کا حامل ہے علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ....

یہ نکتہ سرگزشت ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمینِ ایشیا کا پاسباں تو ہے

اگر قائداعظمؒ کے خطاب کو علمی قومی' بین الاقوامی اور تجزیاتی نقطہ نظر سے پرکھا جائے تو ہمیں 1492ء کو بھی محور تفکر و تدبر بنانا پڑے گا کہ جب سلطنتِ غرناطہ برباد ہوئی' ہمیں 1512ء کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے جب یورپ کی صلیبی قوتوں اور طاقتوں نے شام کے ساحل پر' حرمین شریفین' بیت المقدس اور عالمِ اسلام کو بدنیت انداز سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر ہمیں 1517ء کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جس وقت شام اور عراق اور مراکش کو اسلامی نظریات کی حامل طاقتوں نے اپنی گرفت میں اور اپنے تحفظ میں لے لیا تھا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت سلطان سلیم نے جسطرح 1517ء میں کیا تھا' حضرت قائداعظمؒ نے 1947ء میں کر دکھایا تھا...... یہ علیحدہ بحث ہے کہ سلطان سلیم عثمانی اور قائداعظمؒ کا طریقۂ کار' اندازِ عمل' اور دائرۂ تدبر مختلف تھا۔

پاکستان کے مسلمانوں کیلئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ اگر پاکستان نہ بنتا تو اسلامیانِ ہند کا کیا حشر ہوتا۔ تخلیق پاکستان کے بعد جو مسلمان بھارت میں رہ گئے ہیں۔ ان کی حالتِ زار اور ان کے دلدوز اور دل فگار حالات' کن کن مسائل اور مصائب کی ترجمانی کرتے ہیں۔

یہ بھی ایک علیحدہ موضوع بحث ہے۔

لہذا پاکستانی قوم کو ہر دم' ہر ساعت یہ دھیان رہنا چاہئے اور ان کے اذہان اور قلوب میں تاریخِ زوالِ غرناطہ موجزن رہنی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری قومی لغزشیں حماقتیں' اور کوتاہیاں ہمیں لے ڈوبیں پھر یہ خطرہ ہے کہ کہیں داستان تک بھی نہ ہو داستانوں میں۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا'

چھپا کر آستینوں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

میرا خیال ایک مرتبہ پھر حضرت قائد اعظمؒ کی طرف منعطف ہوتا ہے جب انہوں نے ایک نجی محفل میں' مولانا ظفر علی خان اور سردار عبد الرب نشتر کی موجودگی میں اس طرح فرمایا تھا۔ ''میں نے علامہ اقبالؒ کی دعوت پر دولت اور منصب دونوں کو چھوڑ کر انڈیا میں محدود آمدنی کی دشوار گزار زندگی بسر کرنا پسند کی تا کہ پاکستان معرضِ وجود میں آ جائے اور اس میں اسلامی قوانین کا بول بالا ہو' کیونکہ دنیا کی نجات اسلامی نظام میں ہے۔ صرف اسلام ہی کے علمی و عملی اور قانونی دائروں میں آپ کو عدل' مساوات' اخوت' محبت' سکون اور امن دستیاب ہو سکتا ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ انڈین کانگریس حکومت بنانے کے بعد برطانوی ٹھگوں کو تو یہاں سے نکال دے گی' مگر خود ٹھگ بن جائے گی۔ اس لئے ہم سب کو پاکستان کے قیام کے لئے زبردست کوشش کرنی چاہئے۔ ذرا خیال فرمایئے کہ اگر لا الہ الا اللہ پر مبنی حکومت قائم ہو جائے' تو افغانستان' ایران' ترکی' اُردن' بحرین' کویت' حجاز' عراق' فلسطین' شام' تیونس' مراکش' الجزائر اور مصر کے ساتھ مل کر یہ کتنا عظیم الشان بلاک بن سکتا ہے۔''[23]

(قائد اعظم کا مذہب و عقیدہ از منشی عبد الرحمان خان صفحہ نمبر 188)

یہی وہ اسلامی نظام تھا جس کی تشریح اور ہدایت حضرت قائداعظمؒ نے فرمائی اور یہی اسلامی نظام نظریہ پاکستان کی روشنی میں اجاگر ہوا حضرت قائداعظمؒ اسلامی جمہوری اقدار اور اصولوں کے زبردست علمبردار تھے قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی انہی اصولوں اور روایات کو قائم رکھا۔ اسلامی جمہوری روح قائداعظمؒ کے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی غیر جمہوری عمل نہ پسند تھا اور نہ کسی کو اجازت تھی۔

حوالہ جات

1- غلام احمد پرویز' ماہنامہ طلوع اسلام ۔1942ء

2- نند کمار شرما' مصنف' ویر کیشری سیوا جی

3- بھائی پرمانند' مصنف تاریخ مہاراشٹر

4- بھائی پرمانند' مصنف' تاریخ مہاراشٹر

5- ظہیر الاسلام فاروقی' مصنف' مقصدِ پاکستان صفحہ نمبر (5-124)

6- ابن مسکویہ' مصنف تہذیب الاخلاق

ماخوذ از ایقان اقبالؒ۔ پروفیسر محمد منور مرزا' صفحہ نمبر 70

7- سید نذیر نیازی' مصنف اقبالؒ کے حضور' صفحہ نمبر 15

8- ایف کے درانی' مصنف میننگز آف پاکستان The Meanings of Pakistan صفحہ 72

9- علامہ اقبالؒ: مصنف The Reconstruction of Religious Thought In Islam. P-141

10- پروفیسر منور مرزا: مصنف ایقانِ اقبالؒ۔ صفحہ نمبر 136

11- ڈبلیوسی سمتھ مصنف۔ Islam In Modren History India صفحہ نمبر 75

12- تقاریر قائداعظمؒ: جلد اول' صفحہ نمبر 488

13- اخبار ینگ انڈیا۔ 12 اکتوبر 1921ء

14- اخبار ہندوستان ٹائمز۔ 16 اگست 1948ء

15- اخبار وکیل امرتسر۔ 9 دسمبر 1925ء

16- تقاریر قائداعظمؒ۔ جلد اول صفحہ نمبر 355-56

17- رئیس احمد جعفری۔ مصنف تاریخ مسلم لیگ

18- وائی ڈی مہاجن۔ مصنف ہسٹری آف انڈیا بحوالہ ملت کا پاسبان۔ مصنف پروفیسر کرم حیدری

19- پروفیسر بلراج مدھوک۔ مصنف
HINDUSTAN AT THE CROSS-ROAD - P. 96-97
Published by: Malik Brothers, Lahore

20- بینی پرشاد۔ مصنف THE HINDU MUSLIM QUESTION
پبلشرز۔ کتابستان الہ آباد 1941 صفحہ نمبر 6-8

21- پروفیسر بلراج مدھوک۔ مصنف
HINDUSTAN AT THE CROSS-ROAD - P. 66
Published by: Malik Brothers, Lahore P-66

22- لیری کالنز اور لاپیئر مصنف: Freedom At Midnight
Published by Queens, London-1975 P-119

23- منشی عبدالرحمان خان مصنف: قائداعظمؒ کا مذہب اور عقیدہ صفحہ نمبر 188